عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت ۱۰ روپے

جلد:۳۳ | ۵ تا ۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق یکم تا ۷ ستمبر ۲۰۱۴ء | شمارہ:۳۳

تحریکِ ختمِ نبوّت اور حضرت بنوریؒ

۷ ستمبر تاریخی فیصلے کا دن

قادیانیت میر جعفر اور میر صادق کے روپ میں

تحریکِ ختمِ نبوت میں مولانا مفتی محمودؒ کا کردار

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

کسی قادیانی سے میل جول رکھنا یا خرید و فروخت کرنا اسلامی غیرت کے خلاف اور ناجائز ہے

س:...... میں فرنیچر کا کام کرتا ہوں، کچھ عرصہ پہلے میرے پاس چند قادیانی آئے، وہ مجھ سے فرنیچر کا کام کروانا چاہتے تھے، لیکن میں نے ان کا کام کرنے سے انکار کرتا جبکہ میرے ماموں، جو خود بھی فرنیچر کا ہی کام کرتے ہیں کا کہنا ہے کہ ان کا کام کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ انہوں نے کہیں سے ایک فتویٰ بھی حاصل کرلیا ہے، جس میں یہی تحریر ہے۔

اب میں آپ سے قرآن و سنت کی روشنی میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کسی قادیانی کا کام اجرت لے کر کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور میرے لئے جائز ہے کہ میں ان قادیانیوں کا کام کرکے اس پر اجرت لے سکوں؟ کیا یہ کمائی درست ہے؟

محمد عقیل، نارتھ ناظم کراچی

ج:...... قادیانی قطعی کافر، زندیق اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ قرآن و سنت کی رو سے ان سے کسی قسم کا میل جول رکھنا، خرید و فروخت کرنا یا ان کے ہاں ملازمت کرنا یا ملازم کے طور پر اپنے پاس رکھنا، ان کی کسی تقریب میں شرکت کرنا یا ان کو مدعو کرنا ناجائز، حرام اور اسلامی غیرت کے خلاف ہے۔ لہٰذا صورت مسؤلہ میں کسی قادیانی کا کام کرنا خواہ اجرت لے کر کیا جائے یا بلا اجرت، مذکورہ تفصیل کی روشنی میں دونوں صورتیں منع اور ناجائز ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

زندگی میں جائیداد کی تقسیم کا طریقہ

مسز محمد عارف، کراچی

س:...... میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے شوہر کا انتقال ہوچکا ہے، میرے تین بچے ہیں، ایک بیٹی دو بیٹے۔ میرا اپنا ذاتی ایک فلیٹ ہے جو میرے نام ہے۔ اس فلیٹ میں میرے شوہر کا کوئی پائی پیسہ نہیں لگا ہوا ہے، میری بہن نے مالی طور پر میری مدد کے لئے دلوایا تھا۔ اب اس میں، میں اور میرے دونوں بیٹے رہتے ہیں۔ بیٹی کی میں نے شادی کردی ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں مجھے یہ بتادیں کہ اس میں کتنے حصے ہوں گے اور کس طرح ہوں گے؟

ج:...... واضح رہے کہ والدین کی زندگی میں ان کی ذاتی ملکیت میں اولاد کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، ہاں ان کے انتقال کے بعد ان کی مملوکہ جائیداد میں اولاد کو شرعی طریقہ کے مطابق ان کا مقررہ حصہ ملتا ہے۔ لہٰذا صورت مسؤلہ میں جب یہ فلیٹ آپ کی ذاتی ملکیت ہے تو آپ کی حیات میں اولاد میں سے کسی کا اس میں کوئی حق نہیں ہے، ہاں آپ کے انتقال کے وقت اگر مذکورہ ساری اولاد زندہ رہی تو اس صورت میں فلیٹ سمیت آپ کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد وغیرہ مساوی طور پر پانچ حصوں میں تقسیم ہوگی، جس میں سے ہر ایک بیٹے کو دو حصے جبکہ بیٹی کو ایک حصہ ملے گا۔

لیکن اگر آپ اپنی زندگی میں مذکورہ اولاد میں اپنا ترکہ (فلیٹ وغیرہ) تقسیم کرنا چاہیں تو اس صورت میں بیٹوں اور بیٹی میں مساوات رکھنا ہوگا یعنی کل مال تین حصوں میں تقسیم ہوگا، جس میں سے ہر ایک کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ باقی اپنے لئے جتنا کچھ آپ الگ کرنا چاہیں تو اس کا آپ کو اختیار ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری　صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی　مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۳　۱۱تا۱۵ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق یکم تا ۷ ستمبر ۲۰۱۴ء　شمارہ:۳۳

اس شمارے میں!

۷ ستمبر.... تاریخی فیصلے کا دن	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ
تحریک ختم نبوت اور حضرت بنوریؒ	۷	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
قادیانی گروہ کے بارے میں سوالات (۳)	۱۲	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
تحریک ختم نبوت میں مولانا مفتی محمودؒ کا کردار	۱۵	جناب محمد فاروق قریشی
''اے روسیاہ! تجھ سے تو یہ بھی نہ ہوسکا''	۱۹	مولانا زاہد الراشدی
قادیانیت... میر جعفر اور میر صادق کے روپ میں	۲۱	مولانا انصار اللہ قاسمی، دیوبند
رمضان المبارک کے تبلیغی اسفار	۲۶	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

سرپرست
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری　مطبع: القادر پرنٹنگ پریس　طابع: سید شاہد حسین　مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

محمد اعجاز مصطفیٰ

اداریہ

۷؍ستمبر.... تاریخی فیصلے کا دن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

قرآن کریم، سنت نبویہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع سے یہ بات سورج کی روشنی سے زیادہ واضح اور روشن ہو چکی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ پر نازل ہونے والی وحی، آخری وحی، آپ کی امت، آخری امت ہے۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والوں کو صحابہ کرامؓ، آپ کے گھرانے کو اہل بیت عظام، آپ کی ازواج کو امہات المومنین جیسے پاکیزہ اور مبارک لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ سوا چودہ سو سال سے امت مسلمہ میں یہی عقیدہ متواتر اور متوارث چلا آرہا ہے۔

تقریباً ایک صدی بیشتر برطانوی استعمار نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے امت مسلمہ کے اس متفقہ اور اجماعی عقیدے کے خلاف محاذ کھولا، اپنی دولت وحفاظت کی چھتری کے نیچے قادیان کے ایک شہری مرزا غلام احمد قادیانی کو ''منصب نبوت'' پر فائز کیا، جس نے اسلام کے متوازی ایک نیا دین بنایا۔ نبوت محمدیہ کے مقابل ایک نئی نبوت، قرآن کریم کے متوازی نئی وحی، اسلامی شعائر کے متوازی قادیانی شعائر، امت محمدیہ کے متوازی نئی امت، مسلمانوں کے مکہ مکرمہ کے مقابلے میں نیا مکۃ المسیح، مدینہ منورہ کے مقابلے میں مدینۃ المسیح، اسلامی حج کے مقابلے میں ظلی حج، اسلامی خلافت کے مقابلے میں قادیانی خلافت، امہات المومنین کے مقابلے میں قادیانی ام المومنین، صحابہ کرامؓ کے مقابلے میں قادیانی صحابہ کے القاب و نام تجویز کئے۔ اس بات کی تصدیق، اسلام اور قادیانیت کا خلاصہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بیٹے اور قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا محمود احمد قادیانی نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

۱:.. ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا غلام احمد قادیانی) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان (مسلمانوں) سے اختلاف ہے۔''

(خطبہ جمعہ میاں محمود خلیفہ قادیان، مندرجہ الفضل، ۳۰؍جولائی ۱۹۳۸ء)

۲:.. اس طرح مرزا قادیانی کی اس نئی نبوت اور نئے دین کو نہ ماننے والے مسلمان کافر اور جہنمی قرار پائے، چنانچہ مرزا قادیانی کا الہام ہے:

''جو شخص تیری پرواہ نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔''

(اشتہار معیار الاخیار، مندرجہ تبلیغ رسالت، ج:۹، ص:۲۷)

۳:.. مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے لڑکے مرزا محمود احمد صاحب لکھتے ہیں:

''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔''

(آئینہ صداقت، ص:۳۵)

قادیانیوں کی ان ہفوات، بے ہودہ گوئیوں اور ان کے اسلام دشمنی کے اس گھٹیا کردار کو دیکھتے ہوئے علامہ اقبال مرحوم نے اس وقت کی حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ قانونی طور پر قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ اقلیت تسلیم کرے۔ ظاہر ہے انگریز نے جب خود اس پودے کو کاشت کیا تو وہ کیسے اس کو اکھاڑ سکتا تھا۔ اس نے یہ مطالبہ نہ ماننا تھا اور نہ مانا۔ انگریز کے دور اقتدار میں قادیانی اپنے آپ کو مسلمان باور کرا کر ہمیشہ مسلمانوں کی جاسوسی کرتے رہے، جو آج تک کر رہے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد ملکی حالات کمزور دیکھ کر قادیانیوں نے ایک بار پھر اپنی سرگرمیاں تیز کردیں اور سرتوڑ کوششیں کیں کہ کسی طرح پورا پاکستان نہ سہی کم از کم تھوڑی آبادی والا صوبہ بلوچستان کو قادیانی اسٹیٹ بنا دیا جائے۔ ان کی خلاف اسلام ان کارروائیوں کو روکنے اور علامہ اقبال مرحوم کے مطالبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلائی گئی، جس کو جبر وتشدد اور فوجی طاقت سے بظاہر کچل دیا گیا، لیکن اس تحریک نے علمائے امت کی قیادت میں ہر مسلمان کے دل میں ایمانی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور غلامی کا ایٹم بم فٹ کردیا، جس کا نتیجہ تھا کہ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کی اپنی شرارت اور غنڈہ گردی کے نتیجے میں جب تحریک چلی تو خیبر سے کراچی اور لاہور سے کوئٹہ تک تمام مسلمان اپنے اتحاد، اتفاق اور ایک ہی مطالبہ کی بنا پر یک جان اور ”بنیان مرصوص“ کی مثال پیش کررہے تھے۔

۱:... مسلمانوں کی قیادت کی طرف سے مطالبہ تھا کہ تمام قادیانیوں (لاہوری گروپ ہو یا ربوی) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲:... پاکستان اسلامی ملک ہے۔ قادیانیوں کو اس ملک کے کلیدی عہدوں اور مناصب سے ہٹایا جائے۔

۳:... قادیانیوں کو ان کی خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکا جائے اور اس کے سدباب کے لئے قانون بنایا جائے۔

تحریک ۱۹۷۴ء کی مختصر روئیداد یہ تھی کہ ملتان نشتر میڈیکل کالج کے طلبا میں انتخابات ہوئے، جس میں ایک طرف مسلمان طلبا اور دوسری طرف قادیانی طلبا تھے۔ مسلمان طلبا کو کامیابی ملی ”ختم نبوت زندہ باد“ کے نعروں سے تمام مسلمان طلبا سرشار تھے۔ اسی نشتر کالج کے طلبا جب سیروسیاحت کے لئے ٹرین کے ذریعے پشاور جارہے تھے تو چناب نگر اسٹیشن پر جب ٹرین رکی تو قادیانیوں نے اپنا لٹریچر تقسیم کیا جس پر طلبا مشتعل ہوگئے ان طلبا نے ”ختم نبوت زندہ باد“ کے نعرے لگائے، قادیانیوں کو غصہ آیا اور انہوں نے واپسی پر ۲۹رمئی ۱۹۷۴ء کو چناب نگر اسٹیشن پر ان طلبا پر ہلہ بول دیا، ڈنڈوں، سریوں سے مسلح قادیانی جتھے نے خوب اپنا غصہ نکالا، ان طلبا کو شدید زخمی کیا، کئی ایک طلبا بے ہوش ہوگئے، مسلمانوں کو اس کا علم ہوا تو پورے ملک میں قادیانیت کے خلاف نفرت اور غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ حکومت نے بروقت صحیح قدم نہیں اٹھایا، بلکہ ۱۹۵۳ء کی طرح اس تحریک کو بھی کچلنا چاہا۔

۳رجون ۱۹۷۴ء کو تمام مسالک کے علماء کرام کا ایک نمائندہ اجتماع راولپنڈی میں منعقد ہوا، حکومت نے اسے ناکام بنانے کی اپنے تئیں پوری کوششیں کیں لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ ۹رجون ۱۹۷۴ء کو لاہور میں اجتماع ہوا اور اس میں طے کیا:

”ہمارا یہ اجتماع اس وقت صرف ایک دینی عقیدہ کی حفاظت کے لئے ہے۔ یہ اجتماع ”ختم نبوت“ کے مسئلہ پر ہے۔ اس کا دائرہ آخر تک محض دینی رہے گا۔ سیاسی آمیزشوں سے اس کا دامن پاک رہنا چاہئے جو سیاسی حضرات اس میں شامل ہیں ان کا مطمع نظر دین ہی ہوگا اور حزب اقتدار و حزب اختلاف کی کشمکش سے بالاتر ہوگا۔ ختم نبوت کی تحریک کا طریق کار نہایت پرامن ہوگا اور اسے تشدد سے کوئی سروکار نہ ہوگا، اگر کوئی مزاحمت ہوئی یا تکلیف پیش آئی تو دین کے لئے اس کو برداشت کرنا ہوگا اور صبر کرنا ہوگا۔ مظلوم بن کر رہنا ہوگا اور ہمارے مدمقابل صرف مرزائی امت ہوگی۔ ہم حکومت کو ہدف بنانا نہیں چاہتے، اگر حکومت نے ان کی حفاظت یا ان کی حمایت میں کوئی غلط قدم اٹھایا تو اس وقت مجلس عمل کوئی مناسب فیصلہ کرے گی۔ ابھی قبل از وقت کچھ کہنا درست نہیں۔“ (ماہنامہ بینات کراچی، رمضان رشوال ۱۳۹۴ھ)

اسی اجتماع میں طے ہوا کہ ۱۴رجون ۱۹۷۴ء کو ملک میں مکمل ہڑتال ہوگی اور مرزائی امت کے مکمل بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۳رجون ۱۹۷۴ء کو وزیراعظم مسٹر بھٹو نے ریڈیو پر تقریر کی، لیکن اس تقریر میں حادثہ ربوہ پر کوئی ایک حرف نہیں کہا، ختم نبوت پر ایمان جتاتے ہوئے کہا کہ یہ نوے سال پرانا مسئلہ ہے اتنی جلدی کیسے حل ہوگا؟

۱۶رجون کو مجلس عمل کا اجلاس ہوا، اس میں وزیراعظم کی تقریر پر غوروخوض کیا گیا اور طے کیا گیا کہ تحریک کو ہرممکن پرامن رکھنے کی کوشش کی جائے۔ قادیانیوں کا بائیکاٹ جاری رکھا جائے اور تحریک کو سول نافرمانی سے بہرصورت بچایا جائے۔ علماء کرام نے پورے ملک کے دورے کئے، حکومت نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی، اس تحریک کے قائد اور میرکارواں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ تھے۔ ۲۰رجولائی ۱۹۷۴ء کو ملک بھر کے اخبارات میں حضرت بنوری کو بدنام کرنے کے لئے حکومتی اشاروں پر اشتہارات چھپنا شروع ہوگئے۔ حضرت نے اس کی طرف کوئی التفات نہیں فرمایا، اپنی پوری توجہ تحریک کو موثر اور کامیاب بنانے پر مرکوز رکھی۔ ۳۱رجولائی ۱۹۷۴ء کو وزیراعظم نے مستونگ (بلوچستان) میں اعلان کیا کہ قادیانی مسئلہ کے فیصلے کی تاریخ کا اعلان کردیا جائے گا،

چنانچہ فیصلے کے لئے ۷ستمبر۱۹۷۴ء کی تاریخ کا اعلان ہوا۔

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے قادیانی مسئلہ پر غور کرنے کے لئے دو ماہ میں اٹھائیس اجلاس کئے اور چھیانوے گھنٹے نشستیں کیں۔ مسلمانوں کی طرف سے ’’ملت اسلامیہ کا موقف‘‘ نامی کتاب پیش کی گئی، قادیانیوں اور لاہوری گروپ کے نمائندوں نے اپنے اپنے موقف پرمبنی کتابچے پیش کئے۔ ربوہ جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر گیارہ دن تک بیالیس گھنٹے اور لاہوری پارٹی کے سربراہ مرزا صدرالدین پر سات گھنٹے جرح ہوئی، یوں یہ مسئلہ پوری قومی اسمبلی کے اراکین کے اتفاق سے حل ہوا اور قادیانیوں کو ان کے دیئے گئے اپنے بیانات کی روشنی اور ان پر کی گئی جرح کے نتیجے میں (خواہ لاہوری گروپ ہو یا ربوی) غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ الحمدللہ، ثم الحمدللہ! اور اب چالیس سال بعد قومی اسمبلی کی تمام تر کارروائی الحمدللہ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے چھاپ کر تمام مسلمانوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کردیا ہے جسے ہر مسلمان کو پڑھنا ضروری ہے بلکہ تمام قادیانی بھی ایک بار اس کو ضرور پڑھ لیں تاکہ انہیں بھی تمام حقائق سے آگاہی ہو۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی پارلیمنٹ کے اس فیصلے کو تقریباً چالیس سال کا عرصہ گزر گیا اور نئی نسل جوان ہوکر ادھیڑ عمر کو پہنچ گئی ہے اور اسکے بعد کی نسل کو اس مسئلہ کی اصل حقیقت، وجوہات، اسباب، قادیانیوں کے عقائد، ان کا دجل وفریب اور ان کی سازشوں کا علم نہیں، انہیں مثبت، حکمت، دانائی سے بھرپور علمی اور تبلیغی انداز میں یہ سب بتانے کی ضرورت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر قادیانیوں کی نئی نسل کو بھی اس بارہ میں آگاہ کرنا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے تاکہ کل بروز قیامت یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں تو کسی نے اصل عقائد سے روشناس ہی نہیں کرایا تھا تو ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟ اس لئے تمام مسلمان بالخصوص علماء کرام اور مساجد کے ائمہ اور خطباء عظام کی بہت بڑی ذمہ داری بنتی ہے کہ مسلم عوام کو عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت، ضرورت کے بارہ میں آگاہ کریں۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے بارہ میں بیدار کریں اور قادیانیوں کے فتنے سے ان کو روشناس کریں، اسی لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں نے علماء کرام کے لئے ایک خط مرتب کیا ہے جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے:

محترمی ومکرمی جناب حضرت مولانا.. زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے آپ عافیت سے ہوں گے۔

دین اسلام اللہ رب العزت کا آخری دین ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، یہی دین کامل، مکمل اور قابل نجات دین ہے۔ دور حاضر فتنوں کا دور ہے، ملک عزیز فتنوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے، آئے روز کوئی نہ کوئی نیا فتنہ یہاں رونما ہوتا رہتا ہے۔ ان فتنوں میں سے ایک سنگین ترین فتنہ فتنۂ قادیانیت ہے، جس سے آنجناب بخوبی واقف ہیں، اس فتنہ کے استیصال کے لئے اکابر علماء کرام اور عوام الناس کی بے مثال قربانیوں سے بھی آپ یقیناً واقف ہوں گے۔ فتنۂ قادیانیت کے دجل، فریب اور مذموم سازشوں سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے ملک عزیز میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دس ہزار نوجوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ۷ستمبر۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس نافذ ہوا، جس سے فتنۂ قادیانیت کی کمر ٹوٹی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ الحمدللہ!

اس سلسلہ میں آنجناب سے درخواست ہے کہ ۷ستمبر کے عظیم دن کے حوالہ سے ۵ستمبر بروز جمعہ کو ’’تحریک ختم نبوت، تاریخ کے آئینہ میں‘‘ کے عنوان پر جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمائیں تاکہ نئی نسل عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ ہو اور فتنۂ قادیانیت اور مرزائیت کی سنگینی سے آشنا ہو، امید ہے آپ ضرور بالضرور اس عنوان پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

والسلام

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی	مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر	مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

تحریک ختم نبوت اور حضرت بنوریؒ

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

متحدہ ہندوستان میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مجلس احرار اسلام کے سرفروشوں نے اپنی شعلہ بار خطابت کے ذریعہ انگریز کی ساختہ پرداختہ قادیانی نبوت کے خرمن امن کو پھونک ڈالا تھا، چنانچہ ۱۹۴۷ء میں انگریزی اقتدار رخت سفر باندھ کر رخصت ہوا۔ برصغیر کی تقسیم ہوئی اور پاکستان منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا، اس تقسیم کے نتیجے میں قادیانی نبوت کا منبع خشک ہوکر رہ گیا، اور قادیان کی منحوس سرزمین نہ صرف خود دارالکفر ہندوستان کے حصہ میں آئی بلکہ اپنے ساتھ مشرقی پنجاب کے مسلم اکثریت کے صوبے کو بھی لے ڈوبی۔

مرزا محمود قادیانی اپنے "مکۃ المسیح" "ارض حرم اور "مسجد اقصیٰ" سے برقعہ پہن کر فرار ہوا اور سیدھا لاہور آکر دم لیا، پاکستان میں دجل وتلبیس کا دارالکفر "ربوہ" کے نام سے آباد کیا۔ قبر فروشی کی آبائی اسکیم کے لئے "بہشتی مقبرہ" کا یہاں ڈھونگ رچایا، اور قادیانی خلافت کے شہسوار کی ترکتازیاں دکھانے اور پورے ملک کو مرتد بنانے کے منصوبے تیار کرنے لگا۔

قادیانیوں کو غلط فہمی تھی کہ چونکہ پاکستان کے ارباب اقتدار پر ان کا تسلط ہے، فوج میں ان کا گہرا اثر ورسوخ ہے، ملک کے کلیدی مناصب پر ان کا قبضہ ہے، پاکستان کا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی ہے، اس لئے پاکستان میں مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت کا جعلی سکہ رائج کرنے میں انہیں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئے گی۔ ان کی امید افزائی کا ایک خاص پہلو یہ بھی تھا کہ "احرار اسلام" کا قافلہ تقسیم ہند کی بدولت لٹ چکا تھا۔ ان کے پاس تنظیم اور تنظیمی وسائل کا فقدان تھا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ "احرار اسلام" ناخدایان پاکستان کے دربار میں معتوب تھے۔

قادیانیوں کو یہ غرہ تھا کہ اب حریم نبوت کی پاسبانی اور قادیان کی جعلی قبائے نبوت کے بخیے ادھیڑنے کی ہمت کسی کو نہیں ہوگی، جو شخص بھی اس کی جرأت کرے گا اسے "شرپسند" اور "باغی" کہہ کر آسانی سے تختۂ دار پر لٹکوادیا جائے گا، یا کم از کم پس دیوار زنداں بھجوادیا جائے گا۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ حفاظت دین اور "تحفظ ختم نبوت" کا کام انسان نہیں کرتے خدا خود کرتا ہے، اور جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کے ارادے کو نہ حکومتیں روک سکتی ہیں: کوئی بڑی سے بڑی طاقت بدل سکتی ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، قادیانیوں کے عزائم سے بے خبر نہیں تھے، مگر حالات کا تیز وتند دھارا ان کے خلاف بہہ رہا تھا۔ تاہم وہ شدید ترین ناموافق حالت میں بھی قادیانیت سے نمٹنے کا فیصلہ کرچکے تھے، گویا:

موج خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستان یار سے اٹھ جائیں کیا؟

چنانچہ جدید حالات میں قادیانیت کے خلاف کام کرنے کے لئے امیر شریعتؒ نے ملکی سیاسیات سے دست کش ہونے کا اعلان کردیا اور آئندہ کا لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے ملتان کی ایک چھوٹی سی مسجد "مسجد سراجاں" میں ۱۴؍ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ (مطابق ۱۳؍دسمبر ۱۹۵۴ء) کو اپنے مخلص رفقا کی ایک مجلس مشاورت طلب فرمائی، جس میں حضرت امیر شریعتؒ کے علاوہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ، مولانا شیخ احمدؒ (بورے والا)، مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ، مولانا عبدالرحمن میانویؒ، مولانا تاج محمود لائل پوریؒ (فیصل آبادی)، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا غلام محمد بہاول پوریؒ وغیرہ شریک ہوئے۔ غور و فکر کے بعد "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے نام سے ایک غیر سیاسی تبلیغی تنظیم کی بنیاد رکھی گئی، یہ تھا مجلس تحفظ ختم نبوت کی تاسیس کا مختصر تعارف اور پس منظر۔ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو اس قافلہ کا پہلا امیر وقائد منتخب کیا گیا۔

۹؍ربیع الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱؍اگست ۱۹۶۱ء کو حضرت امیر شریعتؒ کا وصال ہوا اور جماعت کو طفولیت کے عالم میں یتیم کرگئے۔ شاہ جیؒ کے بعد حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ (المتوفی: ۹؍شعبان ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۳؍نومبر ۱۹۶۶ء) امیر دوم، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ (المتوفی: ۲۴؍صفر ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۱؍اپریل ۱۹۷۱ء) امیر سوم، اور مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ (المتوفی: ۱۱؍جولائی ۱۹۷۳ء) امیر چہارم منتخب ہوئے۔ مولانا لال حسین اخترؒ کے بعد فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات مدظلہ العالی کو نئے انتخاب تک مسند امارت عارضی طور پر تفویض ہوئی، خیال تھا کہ آئندہ جماعت کی زمام قیادت مستقل طور پر انہیں کے سپرد کردی جائے مگر اپنے ضعف وعوارض کی بنا پر انہوں نے اس گراں باری سے معذرت کا اظہار فرمادیا اور جماعت خلا میں گھومنے لگی۔ یہ ایک ایسا بحران تھا کہ جس سے

اس عظیم الشان پیش قدمی رک جانے کا خطرہ لاحق ہوگیا تھا، لیکن حق تعالیٰ شانہ کا وعدہ حفاظتِ دین یکا یک ایک لطیفہ غیبی کی شکل میں رونما ہوا، اور وہ اس منصب عالی کے لئے اسلاف کے علوم وروایات کی حامل ایک ہستی کو کھینچ لایا جو اس منصب کی پوری طرح اہل تھی، جس سے ملت اسلامیہ کا سر بلند ہوا، جس کے ذریعہ قدرت نے ختم نبوت کی پاسبانی کا وہ کام لیا جو اس دور کی تاریخ کا جلی عنوان بن گیا، اور وہ تھے شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا السید محمد یوسف البنوری الحسینی نور اللہ مرقدہ، ۱۵ربیع الاول ۱۳۹۴ھ، مطابق ۹راپریل ۱۹۷۴ء کو یہ عبقری شخصیت ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی مسند امارت پر رونق افروز ہوئی۔

کسی جماعت کی صدارت قبول کرنا حضرتؒ کے مزاج ومشاغل کے قطعاً منافی تھا، لیکن مخلصین کے اصرار پر آپ کو یہ منصب قبول کرنا پڑا، یہ تو ظاہری سبب تھا، لیکن اس کے باطنی اسباب ودواعی متعدد تھے جن میں سے تین اسباب اہمیت رکھتے ہیں۔

اول:... حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ اپنے دور میں ردّ قادیانیت کے امام تھے۔ انہوں نے ہی مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو ''امیر شریعت'' مقرر کرکے ایک جماعت کو مستقل اسی مہم پر لگادیا تھا اور علمائے اُمت سے ان سے تعاون کرنے کی بیعت لی تھی۔ ادھر حضرت بنوریؒ اپنے شیخ کے علوم وانفاس کے وارث تھے، تحفظ ختم نبوت اور ردّ قادیانیت ان کے شیخ انوریؒ وراثت وامانت تھی، ظاہر ہے کہ اس کا اہل علوم انوری کے وارث اور ان کے روحانی جانشین سے بہتر کون ہوسکتا تھا؟ اس لئے جب ایک فعال جماعت کی قیادت ان کے سپرد ہوئی تو آپ نے اسے عطیہ خداوندی سمجھ کر قبول کرلیا۔

دوم:... حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے انجمن حیات اسلام کے جس اجلاس میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو ''امیر شریعت'' مقرر کرکے خود ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور دیگر علماء سے بھی بیعت کرائی، اس میں حضرت سید بنوریؒ بھی شریک تھے، جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے شیخ انورؒ اور ان کے ''امیر شریعت'' کی جماعت بے کسی وبے بسی کے جنگل میں بھٹک رہی ہے اور اس بے سہارا جماعت کے سارے اکابر اسے یتیم چھوڑ کر جاچکے ہیں تو آپؒ نے اپنی تمام تر معذوریوں کے باوجود اس یتیم جماعت کو اپنی آغوشِ شفقت میں اٹھالیا۔ گویا وہ بیعت جو آپؒ نے انجمن حیات اسلام کے اجلاس میں امیر شریعتؒ کے ہاتھ پر کی تھی وہی آپؒ کو امیر شریعتؒ کی خلافت وجانشینی تک کھینچ لائی۔ ۱۵ربیع الاول ۱۳۹۴ھ سے پہلے آپؒ امیر شریعتؒ کی ''پاسبان ختم نبوت فوج'' کے سپاہی تھے، اور اس تاریخ سے آپؒ کو اس فوج کا سپہ سالار بنادیا گیا۔

سوم:... حضرت قدس سرہ پر حق تعالیٰ شانہ کے بے شمار انعامات تھے، آپؒ کے صحیفۂ زندگی میں قدرت ایک نئے باب اور بالکل آخری باب کا اضافہ کرنا چاہتی تھی، اور وہ تھا آپؒ کے مقام صدیقیت کا اظہار، مسیلمہ کذاب کی خبیث اُمت کا صفایا سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فوج نے کیا تھا اور مسیلمہ پنجاب کی اُمت کی سرکوبی ''یوسف صدیق'' کی فوج نے ''اول باآخر نسبتے دارد'' راقم الحروف کا خیال ہے کہ اسی صدیقی نسبت کی تکمیل کے لئے قدرت آپؒ کو آخری عمر میں ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی قیادت کے لئے کشاں کشاں کھینچ لائی۔

یہاں یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ حضرت مولانا قاضی احسان احمدؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد علی جالندھری قدس سرہ نے حضرتؒ کی خدمت میں جماعت کی قیادت کے لئے درخواست کی تھی مگر حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ کی موجودگی میں صرف آپ ہی اس کے لئے موزوں ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس وقت جماعت کی امارت قبول نہیں فرمائی، البتہ جماعت کی سرپرستی اور مجلس شوریٰ کی رکنیت قبول فرمائی۔ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ سے مجلس شوریٰ کے اجلاس میں بڑے اہتمام سے شرکت فرماتے تھے اور مجلس کی کوئی کار روائی حضرتؒ کی قیادت وارشاد کے بغیر نہیں ہوتی تھی، بظاہر حضرت جالندھریؒ مجلس کے امیر خود تھے مگر اس کی حقیقی قیادت اس وقت بھی حضرت بنوری قدس سرہ کے ہاتھ میں تھی۔

حضرت بنوری قدس سرہ کا دورِ امارت اگرچہ بہت ہی مختصر رہا اور اس میں بھی حضرتؒ اپنے بے شمار مشاغل اور ضعف وپیرانہ سالی کی بنا پر جماعت کے امور پر خاطر خواہ توجہ نہیں فرماسکتے تھے اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہ نے آپؒ کی پُرخلوص قیادت کی برکت سے جماعت کے کام کو ثریٰ سے ثریا تک پہنچادیا، اور ''بنوری دور'' میں جماعت نے وہ خدمات انجام دیں جن کی اس سے پہلے صرف تمنا کی جاسکتی تھی، ان کا بہت ہی مختصر خاکہ درج ذیل ہے:

تاریخ ساز فیصلہ:

آپ کو جماعت کی زمام قیادت سنبھالے ابھی دو مہینے ہی گزرے تھے کہ ۲۹رمئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ اسٹیشن کا شہرۂ آفاق سانحہ رونما ہوا۔ حضرتؒ ان دنوں سوات کے دور دراز علاقے میں سفر پر تھے، وہیں آپؒ کو اس واقعہ کی کسی نے اطلاع دی، خبر سن کر چند لمحے توقف کے بعد فرمایا:

''عدو شرے برانگیزد خیر ما درآں باشد''

آپؒ سوات سے بعجلت واپس ہوئے اور تحریک ختم نبوت کی کامیابی کے لئے حضرتؒ نے ایک طرف بارگاہ خداوندی میں تضرع اور ابتہال کا سلسلہ تیز کردیا اور دوسری طرف اُمت مسلمہ کو متحد کرنے اور قوم کے منتشر ٹکڑوں کو جمع کرنے کے لئے رات دن

ایک کردیا۔ ۲۹مئی سے ۷ رستمبر تک کے سو دن برصغیر کی مذہبی تاریخ میں سو سال کے برابر ہیں، ان سو دنوں کی مفصل تاریخ ایک مستقل تالیف کا موضوع ہے، مگر یہاں حضرت اقدسؒ کی ذات سے متعلق چند اشارات پر اکتفا کروں گا۔

۲۹مئی کو ربوہ کا حادثہ پیش آیا، حالات نے نازک صورت اختیار کرلی اور مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوگئے، مگر حکومت نے بروقت صحیح قدم نہیں اٹھایا بلکہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی طرح اس تحریک کو بھی کچلنا چاہا۔

۳رجون ۱۹۷۴ء کو راولپنڈی میں علمائے کرام اور مختلف فرقوں کا ایک نمائندہ اجتماع ہوا، حکومت نے اسے ناکام بنانے کے لئے تین مندوبین، مولانا مفتی زین العابدین، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف اور مولانا تاج محمود کو لالہ موسیٰ اسٹیشن پر ریل سے اتارلیا۔

۹رجون کو حضرتؒ کی جانب سے ایک نمائندہ اجتماع لاہور میں رکھا گیا، جس میں مسلمانوں کے تمام فرقوں اور جماعتوں کے مندوب شریک ہوئے، یہاں جماعتوں کا نمائندہ اجتماع تھا۔ سب سے پہلے حضرتؒ نے مختصری افتتاحی تقریر میں اجتماع کے اغراض و مقاصد اور تحریک کے لائحہ عمل پر روشنی ڈالی، جس کا خلاصہ حضرتؒ ہی کے الفاظ میں یہ تھا:

”ہمارا یہ اجتماع اس وقت صرف ایک دینی عقیدہ کی حفاظت کے لئے ہے۔ یہ اجتماع ”ختم نبوت“ کے مسئلہ پر ہے۔ اس کا دائرہ آخر تک محض دینی رہے گا۔ سیاسی آمیزشوں سے اس کا دامن پاک رہنا چاہئے جو سیاسی حضرات اس میں شامل ہیں ان کا مطمح نظر دین ہی ہوگا۔ اور حزب اقتدار و حزب اختلاف کی کشمکش سے بالاتر ہوگا۔ ختم نبوت کی تحریک کا طریق کار نہایت پُرامن ہوگا، اور اسے تشدد سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اگر کوئی مزاحمت ہوئی یا تکلیف پیش آئی تو دین کے لئے اس کو برداشت کرنا ہوگا اور صبر کرنا ہوگا۔ مظلوم بن کر رہنا ہوگا۔ اور ہمارے مدمقابل صرف مرزائی اُمت ہوگی۔ ہم حکومت کو ہدف بنانا نہیں چاہتے۔ اگر حکومت نے ان کی حفاظت یا ان کی حمایت میں کوئی غلط قدم اٹھایا تو اس وقت مجلس عمل کوئی مناسب فیصلہ کرے گی۔ ابھی قبل از وقت کچھ کہنا درست نہیں۔“

(ماہنامہ ”بینات“ کراچی، رمضان و شوال ۱۳۹۴ھ)

اس کے بعد مفتی محمود، نواب زادہ نصر اللہ خان اور دیگر نمائندوں کی تقریریں ہوئیں، تحریک کو نظم و ضبط کے تحت رکھنے کے لئے ایک ”مجلس عمل“ کی تشکیل ہوئی اور حضرت مولانا عبدالحق شیخ الحدیث اکوڑہ خٹک نے اس کی صدارت کے لئے حضرتؒ کا نام پیش کیا، حضرتؒ اس کے لئے آمادہ نہ تھے، اس لئے حضرت کو مجبور کیا گیا کہ فی الحال آپ عارضی حیثیت سے ”مجلس عمل“ کی قیادت قبول فرمالیں، مستقل صدر کے انتخاب پر آئندہ اجلاس میں غور کرلیا جائے گا۔

اسی اجلاس میں ”مجلس عمل“ کی جانب سے ۱۴رجون ۱۹۷۴ء کو ملک میں مکمل ہڑتال کے اعلان نیز مرزائی اُمت کے مکمل مقاطعہ (بائیکاٹ) کا فیصلہ کیا گیا۔

اس دوران وزیراعظم نے ”مجلس عمل“ کے ارکان سے فرداً فرداً ملاقات کی، حضرتؒ نے نہایت صفائی اور سادگی سے صاف اور غیرمبہم الفاظ میں وزیراعظم کے سامنے مسلمانوں کے موقف کی وضاحت کی، آپ نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ آپ ہی کے الفاظ میں یہ تھا:

”قادیانی مسئلہ بلاشبہ پاکستان کے روز اول سے موجود ہے، پہلی غلطی اس وقت ہوئی جب ظفر اللہ قادیانی کو وزیر خارجہ مقرر کیا گیا۔ شہید ملت (خان لیاقت علی خان مرحوم) کو اس خطرناک غلطی کا احساس ہوا، اور انہوں نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا عزم کرلیا تھا، لیکن افسوس کہ وہ شہید کردیئے گئے۔ اور ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ عزم ہی ان کی شہادت کا سبب ہوا ہو۔ اس وقت جو جرأت مرزائیوں کو ہوئی ہے اگر اس وقت اس کا تدارک نہ کیا گیا اور وہ غیرمسلم اقلیت قرار نہیں دیئے گئے تو مسلمانوں کے جذبات بھڑکیں گے اور ان کی (قادیانیوں کی) جان و مال کی حفاظت حکومت کے لئے مشکل ہوگی۔ اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد اس ملک میں ان کی حیثیت ”ذمی“ کی ہوگی اور ان کی جان و مال کی حفاظت شرعی قانون کی رو سے مسلمانوں پر ضروری ہوگی، اس طرح ملک میں امن قائم ہوجائے گا۔

میں مانتا ہوں کہ آپ پر خارجی غیراسلامی حکومتوں کا دباؤ ہوگا، لیکن اس کے بالمقابل ان اسلامی ممالک کا تقاضا بھی ہے کہ ان کو جلد غیرمسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ جن ممالک سے ہمارے اسلامی تعلقات بھی ہیں اور ہر قسم کے مفادات بھی وابستہ ہیں، خارجی دنیا میں غیراسلامی حکومتوں کے بجائے اسلامی مملکتوں کو مطمئن اور خوش کرنا زیادہ ضروری ہے۔ نیز ایک معمولی سی اقلیت کو خوش کرنے کے لئے اتنی بڑی اکثریت کو غیرمطمئن کرنا دانش مندی نہیں۔ اگر آپ حق تعالیٰ پر توکل و اعتماد کرکے اللہ کی خوشنودی کے لئے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ فرمائیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کا بال بیکا نہیں کرسکتی، اور اس راستہ میں موت بھی سعادت ہے۔“ (حوالہ مذکور)

۱۳؍ جون کو وزیراعظم نے ایک طویل تقریر ریڈیو پر نشر کی، جس میں حادثہ ربوہ پر ایک حرف بھی نہیں کہا، البتہ ختم نبوت پر اپنا ایمان جتاتے ہوئے کہا کہ یہ مسئلہ نوے سال کا پرانا ہے، اتنی جلدی کیسے حل ہوسکتا ہے؟

۱۴؍ جون کو ملک میں درہ خیبر سے کراچی اور لاہور سے کوئٹہ تک ایسی مکمل ہڑتال ہوئی جو پاکستان میں اپنی نظیر آپ تھی۔

۱۶؍ جون کو ''مجلس عمل'' کا لائل پور میں اجلاس ہوا جس میں وزیراعظم کی ۱۳؍ جون کی تقریر پر غور کیا گیا، ''مجلس عمل'' کی مستقل صدارت کے لئے حضرتؒ کو مجبور کیا گیا، جسے آپ کو منظور کرنا پڑا۔ اسی اجلاس میں یہ بھی طے کیا گیا کہ تحریک کو پُرامن رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے، قادیانیوں کا بائیکاٹ جاری رکھا جائے اور تحریک کو سول نافرمانی سے بہر قیمت بچایا جائے۔

تحریک کو زندہ مگر پُرامن رکھنے کے لئے حضرتؒ نے کراچی سے پشاور تک کے دورے کئے، چھوٹے چھوٹے قصبوں تک میں تشریف لے گئے، ہر جگہ مسلمانوں کو صبر وسکون سے تحریک چلانے کا حکم فرماتے لیکن اس کے برعکس حکومت نے جارحانہ رویہ اختیار کیا، ؒ فرماتے ہیں:

''ادھر مجلس عمل کی پالیسی تو یہ تھی کہ حکومت سے تصادم سے بہرصورت گریز کیا جائے، ادھر حکومت نے ملک کے چپے چپے میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی، پریس پر پابندی عائد کردی، انتظامیہ نے اشتعال انگیز کاروائیوں سے کام لیا اور مسلمانوں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سینکڑوں اہل علم اور طلباء کو گرفتار کیا گیا، انہیں ناروا ایذائیں دی گئیں، کیمروالا، اوکاڑہ، سرگودھا، لائل پور، کھاریاں وغیرہ میں دردناک واقعات رونما ہوئے، جن کو مظلومانہ صبر کے ساتھ برداشت کیا گیا، صرف ایک شہر اوکاڑہ میں مظالم کے خلاف احتجاج کے طور پر بارہ دن مکمل اور مسلسل ہڑتال ہوئی۔ اسی سے اندازہ کیجئے کہ ملک بھر میں مجموعی طور پر کتنا ظلم اور اس کے خلاف کتنا احتجاج ہوا؟ جگہ جگہ لاٹھی چارج کیا گیا، اشک آور گیس کا استعمال بڑی فراخدلی سے کیا گیا، مجلس عمل کی تلقین تمام مسلمانوں کو یہی تھی کہ صبر کریں اور مظلوم بن کر حق تعالیٰ کی رحمت اور غیبی تائید الٰہی کے منتظر رہیں۔ قریباً پورے سو دن تک ان حالات کا مقابلہ کیا گیا اور تمام سختیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے، جون کے اواخر میں بنگلہ دیش کے دورے پر جاتے ہوئے وزیراعظم (بھٹو صاحب) نے اعلان کیا کہ قادیانی مسئلہ کا فیصلہ کرنے کے لئے قومی اسمبلی کو ایک تحقیقاتی کمیٹی کی حیثیت دے دی جائے گی۔ بنگلہ دیش کے دورے سے واپس آئے تو یکم جولائی کو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا گیا، اور اس میں قومی اسمبلی کو ''خصوصی کمیٹی'' قرار دینے کا فیصلہ ہوا، اور یہ بھی طے ہوا کہ کمیٹی کے لئے چالیس ارکان کا کورم ہوگا، جن میں تیس ارکان حزب اقتدار کے اور دس حزب اختلاف کے ہوں گے۔ اس خصوصی کمیٹی کے سامنے دو قراردادیں بحث وتمحیص کے لئے پیش کی گئیں، ایک حزب اقتدار کی جانب سے وزیر قانون (مسٹر حفیظ پیرزادہ) نے پیش کی اور دوسری حزب اختلاف کی جانب سے پیش کی گئی۔''

۲۰؍ جولائی کو حضرت قدس سرہ کے خلاف ملک بھر کے اخبارات (نوائے وقت لاہور کے سوا) میں ایک فرضی انجمن کے نام سے ایک لچر پوچ اشتہار چھپنا شروع ہوا۔ ہمیں معلوم تھا کہ اس شرانگیزی کا منبع کہاں ہے؟ اور اس کے لاکھوں کا سرمایہ کہاں سے آتا ہے؟ لیکن حضرت قدس سرہ نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا نہ اس کے خلاف کوئی احتجاج کیا۔ تاہم ''چاند کا تھوکا منہ پر آتا ہے'' کے مصداق یہ اشتہار حضرتؒ کے بجائے حکومت اور مرزائیوں کے لئے مضرت ثابت ہوا، ہر طرف سے ان کے خلاف صدائے نفرین بلند ہونا شروع ہوئی اور مسلمانوں کے مشتعل جذبات آتش فشاں بن گئے، نتیجتاً چند دن بعد یہ اشتہار بند ہوگیا۔

۳۱؍ جولائی کو وزیراعظم نے مستونگ (بلوچستان) میں اعلان کیا کہ قادیانی مسئلہ کے فیصلے کی تاریخ کا اعلان کل کردیا جائے گا، چنانچہ فیصلہ کے لئے ۷؍ ستمبر کی تاریخ کا اعلان ہوا۔

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے قادیانی مسئلہ پر غور وفکر کرنے کے لئے دو مہینے میں اٹھائیس اجلاس کئے اور چھیانوے گھنٹے نشستیں کیں، مسلمانوں کی طرف سے ''ملت اسلامیہ کا موقف'' نامی کتاب اسمبلی میں پیش کی گئی، قادیانیوں کی ربوائی اور لاہوری پارٹیوں کے سربراہوں نے اپنے اپنے موقف کی وضاحت کے لئے کتابچے پیش کئے، ربوہ جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر گیارہ دن تک بیالیس گھنٹے اور لاہوری پارٹی کے امیر مسٹر صدرالدین پر سات گھنٹے جرح ہوئی۔

وزیراعظم (بھٹو) قادیانیوں کے حلیف رہ چکے تھے، وہ انہیں غیرمسلم اقلیت قرار دینے پر رضامند نہیں تھے، وہ قادیانیوں کو کسی نہ کسی طرح آئینی تلوار کی زد سے بچانا چاہتے تھے اور اس کے لئے اپنی طاقت اور ذہانت کا سارا سرمایہ صرف کردینا چاہتے تھے۔ چنانچہ حزب اختلاف کے ارکان سے جو ''مجلس عمل'' کے نمائندے تھے وزیراعظم کی بار بار ملاقاتیں ہوئیں، کئی بار صورت حال نازک ہوگئی، آخری دن تو گویا ہنگامہ محشر تھا، امید وبیم کی کیفیت آخری حد کو

چھوڑ رہی تھی، وزیراعظم کی ''انا'' نے تصادم کا خطرہ پیدا کر دیا تھا، حکومت کی جانب سے پولیس اور انٹیلی جنس کو چوکنا کر دیا گیا تھا، بڑے شہروں میں فوج لگا دی گئی تھی، جو لوگ گرفتار تھے وہ تو تھے ہی ان کے علاوہ ہزاروں علماء اور سربرآوردہ افراد کی گرفتاری کی فہرستیں تیار ہو چکی تھیں، ادھر ''مجلس عمل'' کے نمائندے بھی سربکف کفن بدوش تھے، گویا:

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف
بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

کا منظر تھا، مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس مہیب خطرہ سے ملک کو بچا لیا، جب وزیراعظم کی ''انا'' میں لچک پیدا ہوتی نظر نہ آئی تو حضرت مفتی محمود صاحبؒ نے (جو اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ ''مجلس عمل'' کے نمائندہ کی حیثیت سے وزیراعظم سے مذاکرات کر رہے تھے) ان سے فرمایا:

''ہمیں بتائیے کہ آخر ہم کیا کریں؟ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ نہیں مانتے، اور مجلس عمل والوں کے پاس جاتے ہیں تو وہ نہیں مانتے۔''

وزیراعظم نے نشہ اقتدار کے جوش میں جواب دیا:

''میں نہیں جانتا مجلس عمل کون ہوتی ہے؟ میں تو آپ لوگوں کو جانتا ہوں، آپ اسمبلی کے معزز رکن ہیں۔''

حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا:

''بھٹو صاحب! آپ کو قوم کے ایک حلقے نے منتخب کر کے بھیجا ہے، اس لئے آپ اسمبلی کے ''معزز رکن'' ہیں۔ میں بھی ایک حلقۂ انتخاب کا نمائندہ ہوں، اس لئے میں بھی اسمبلی کا رکن کہلاتا ہوں، مگر آنجناب کو بتانا چاہتا ہوں کہ ''مجلس عمل'' کسی ایک حلقۂ انتخاب کی نمائندہ نہیں بلکہ وہ اس وقت پاکستان کے سات کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کر رہی ہے۔ کیسی عجیب منطق ہے کہ آپ ایک حلقے کے نمائندے کو عزت و احترام کا مقام دینے کے لئے تیار ہیں مگر قوم کے سات کروڑ افراد کی نمائندہ ''مجلس عمل'' کو آپ پائے حقارت سے ٹھکرا رہے ہیں، بہتر ہے، میں ان سے جا کر کہہ دیتا ہوں کہ وزیراعظم، پاکستان کے سات کروڑ مسلمانوں کی بات سننے کو تیار نہیں۔''

یہ سن کر وزیراعظم کی ''انا'' سرنگوں ہو گئی، اور انہوں نے ''مجلس عمل'' کے نمائندوں کے مسودے پر دستخط کر دیئے اور اس طرح ۷/ستمبر کو چار بج کر پینتیس منٹ پر قادیانیوں کی دونوں شاخوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر دائرۂ اسلام سے خارج کر دیا گیا۔ پھر اس مسودہ کو آئینی شکل دینے کے لئے پارلیمنٹ کا اجلاس طلب کیا گیا، اور آئینی طور پر قادیانی ناسور کو ملتِ اسلامیہ کے جسد سے الگ کر دیا گیا۔ اس خبر کا نشر ہونا تھا کہ نہ صرف پورے ملک میں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں میں فرحت و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ ایسی اجتماعی خوشی کسی نے نہ کبھی پہلے دیکھی، نہ شاید آئندہ دیکھنی نصیب ہو گی، یہ محض حق تعالیٰ شانہ کی رحمت و عنایت اور اُمتِ مسلمہ کے اتحاد اور صبر و عزیمت کا کرشمہ تھا، جسے چودھویں صدی میں اسلام کا معجزہ ہی قرار دیا جا سکتا ہے، چونکہ حضرت اقدسؒ ہی اس تحریک کے روحِ رواں، ''مجلس عمل'' کے صدر اور ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کے قائد و امیر تھے، اس لئے آپ کو جتنی خوشی ہو گی اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ آپ نے ''بصائر و عبر'' میں پوری قوم کو مبارکباد دی اور حق تعالیٰ شانہ کے شکر و سپاس کے ساتھ ساتھ اس تحریک میں حصہ لینے والے تمام افراد اور جماعتوں کا شکریہ ادا کیا۔

(دیکھئے ماہنامہ بینات کراچی، رمضان و شوال ۱۳۹۴ھ)

☆☆..........☆☆

کالجز، یونیورسٹیز میں تحفظ ختم نبوت کا کام بہت ضروری ہے: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

نسل نو کو قادیانیوں کی سرگرمیوں اور ان کے عقائد سے آگاہی پر علماء خصوصی توجہ دیں

عصری تعلیمی اداروں میں قادیانیوں کی سرگرمیاں تشویشناک ہیں

لاہور (مولانا عبدالنعیم) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت یونٹ گلشن راوی کا ماہانہ اجلاس جامع مسجد عزیز رشید گلشن راوی لاہور میں ڈاکٹر محمود الحسن عارف (پنجاب یونیورسٹی) کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں مولانا مشہود احمد، مولانا عزیز الرحمٰن، مولانا قاری عبدالعزیز، مولانا عبدالنعیم، مولانا خالد محمود، مولانا عبدالخالق، مولانا مسعود احمد سمیت کئی علماء کرام نے شرکت کی۔ اجلاس میں طے کیا گیا کہ گلشن راوی کے تمام علماء کرام ہر مہینے کا پہلا خطبہ جمعہ عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور فضیلت پر دیں گے اور قادیانیوں کے کفریہ عقائد اور ان کی غیر قانونی سرگرمیوں کو عوام الناس میں اجاگر کریں گے۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے کہا کہ اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرنے کی بہت ضرورت ہے اور نسل نو کو قادیانیوں کے عقائد سے آگاہی اور ان کے مذموم مقاصد سے امت مسلمہ کو بچانا از حد ضروری ہے۔ عصری تعلیمی اداروں میں قادیانیوں کی سرگرمیاں تشویشناک ہیں۔ علماء کرام کو اس بات پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ قاری عبدالعزیز نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ ختم نبوت کے تحفظ کا کام افضل ترین عبادت ہے۔ قادیانی صرف کافر نہیں بلکہ گستاخ رسول بھی ہیں۔ ختم نبوت کی حفاظت پورے دین اسلام کی حفاظت ہے۔

قادیانی گروہ کے بارے میں سوالات اور

مجمع فقہ الاسلامی کی قرارداد

آخری قسط

حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

۲:... یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ مرزا قادیانی نے نہ صرف اپنے الفاظ وتحریرات میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے، بلکہ خود کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت دے کر ان کی توہین کا مرتکب ہوا ہے، لہٰذا کوئی شخص اسے اپنا دینی رہنما سمجھ کر کیسے مسلمان رہ سکتا ہے؟

۳:... یہ بات ہم پہلے ثابت کرچکے ہیں کہ لاہوری گروپ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد ظلی وبروزی نبی تھا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا عکس اس میں جھلکتا تھا، اسی لئے اس پر نبوت کا اطلاق درست ہے۔ یقیناً اسلام میں اس عقیدے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۴:... مرزا قادیانی کی کتابیں اور پمفلٹ وغیرہ صرف دعویٰ نبوت پر ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سی کفریات پر مشتمل ہیں اور لاہوری گروپ نہ صرف ان پر ایمان رکھتا ہے، بلکہ ان کفریات کو حجت قطعیہ اور واجب الاطاعۃ سمجھنے کی وجہ سے مرزا قادیانی کے تمام کفریات میں برابر کا شریک ہے۔

جواب سوال نمبر۴:

کسی شخص کا مسلمان یا کافر ہونا اس کے عقائد ونظریات پر موقوف ہے۔ یہ مسئلہ خالصتاً علم کلام اور عقائد سے تعلق رکھتا ہے، لہٰذا کسی ایسے شخص کے لئے اس میں دخل دینے کی کوئی گنجائش نہیں، جو قرآن وسنت کے علوم سے ناواقف ہو۔ اسی طرح کسی سیکولر ادارے کے لئے جائز نہیں کہ اس طرح کے خالص دینی معاملات میں کوئی فیصلہ کرے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ دنیا بھر کے مسلمان قادیانیوں کے کفر کے بارے میں اتفاقی طور پر ایک یقینی فیصلہ کرچکے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی سیکولر ادارہ امت مسلمہ کے اتفاقی اور اجماعی مسئلے کے خلاف کوئی فیصلہ کردے تو وہ شرعاً ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ اس مسئلے میں ان کی رائے رائی کے دانے کے برابر بھی اہمیت نہیں رکھتی۔

واللّٰہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم واتم

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

مجمع الفقہ الاسلامی کی قرارداد

تیسری قرارداد

قادیانیت اور اس کی طرف نسبت کرنے کا حکم

الحمدللّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللّٰہ واعلیٰ آلہ وصحبہ ومن اھتدی بھداہ، وبعد:

مجمع الفقہ الاسلامی کی مجلس نے انیسویں صدی میں ہندوستان میں ظاہر ہونے والے قادیانی گروہ (جو خود کو احمدی بھی کہتا ہے) کا معاملہ سامنے رکھا اور اس گروہ کے بانی وسربراہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی اور دیگر تفصیلات کا مطالعہ کیا۔ اس شخص نے ۱۸۷۶ء میں اس گروہ کی بنیاد رکھی اور یہ کہہ کر لوگوں کو دعوت دینی شروع کی کہ وہ نبی ہے، اس کی طرف وحی آتی ہے، وہی مسیح موعود ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی (جیسا کہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے) اس نے صرف یہی دعویٰ نہیں کیا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے بلکہ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ دس ہزار مرتبہ سے زائد اس پر وحی نازل ہوچکی ہے۔ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ جو اس کو جھٹلائے وہ کافر ہے اور قادیان چونکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی طرح مقدس شہر ہے، لہٰذا مسلمانوں پر اس شہر کا حج کرنا واجب ہے۔ اس کا ایک دعویٰ یہ بھی تھا کہ قرآن کریم میں مسجد اقصیٰ سے مراد بھی قادیان ہی ہے۔ اس کے یہ تمام دعوے اس کی کتاب ”براہین احمدیہ“ اور ”التبلیغ“ نامی رسالے میں موجود ہیں۔

اس کے علاوہ مجمع الفقہی کی مجلس نے مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے اور دوسرے خلیفہ مرزا بشیرالدین کے اقوال اور تصریحات بھی سامنے رکھیں۔ مثلاً اس نے اپنی کتاب آئینہ صداقت میں وضاحت کی ہے کہ:

”ہر وہ مسلمان جو مسیح موعود (یعنی مرزا قادیانی) کی بیعت میں داخل نہیں ہوا، خواہ اس نے مرزا صاحب کا نام بھی نہ سنا ہو یا سنا ہو لیکن ایمان نہ لایا ہو وہ کافر ہے اور اسلام سے خارج ہے۔“ (آئینہ صداقت:۳۵)

اور ایک جگہ اپنے والد مرزا غلام احمد قادیانی سے نقل کرکے لکھتا ہے، اس نے کہا:

”ہم ہر چیز میں مسلمانوں سے الگ ہیں، اللہ میں، رسول میں، قرآن میں، نماز میں، روزے میں، حج میں اور زکوٰۃ میں بھی، ہمارے

(اور مسلمانوں کے) درمیان ان تمام چیزوں میں جوہری اختلاف ہے۔“

(قادیانی اخبار الفضل،۳۰ر جولائی ۱۹۳۱ء)

اسی اخبار کی تیسری جلد میں لکھتا ہے:

”دراصل مرزا صاحب ہی محمد ہیں۔“

اس کا دعویٰ ہے کہ قرآن کریم کی آیت جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ:

”ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔“

ترجمہ: ”اس آیت میں ”احمد“ کا مصداق اس کا باپ مرزا غلام احمد ہی ہے۔“

(کتاب انذار الخلاف:۲۱)

مجمع الفقہی کی مجلس نے مستند مسلمان علماء کرام اور مصنفین کی کتب اور منشورات بھی سامنے رکھیں، جن میں انہوں نے ان قادیانیوں اور لاہوریوں کے مکمل طور پر اسلام سے خارج ہونے کی تفصیلات کو بھی بیان کیا ہے۔

اسی بنا پر پاکستان کے شمالی پنجاب کی صوبائی نائب مجلس نے اپنے تمام ارکان کے اتفاق سے ۱۹۷۴ء میں ایک قرارداد پاس کی کہ قادیانی اور لاہوری گروپ غیر مسلم اقلیت ہیں۔ اس کے بعد پاکستان کی قومی اسمبلی نے تمام ارکان اسمبلی کے اتفاق سے قادیانیوں اور لاہوری گروپ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

مزید برآں انہوں نے مرزا قادیانی کی اپنی کتب اور ان مخطوط کے حوالے سے (جو اس نے ہندوستان میں برطانوی حکومت کو چاپلوسی کرتے ہوئے اور خود کو ان کے مراہم خسروانہ کا مستحق قرار دیتے ہوئے لکھے) اس کے مزید عقائد مثلاً حرمت جہاد وغیرہ کے بارے میں بھی بتایا۔ (انہوں نے یہ بھی بتایا کہ) وہ مسلمانوں سے جہاد کی فکر ہی ختم کر دینا چاہتا تھا تاکہ ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں برطانوی استعمار کی محبت پیدا ہو سکے۔ کیونکہ عقیدہ جہاد (جو ان کے خیال میں صرف) بعض جاہل مسلمانوں نے اپنا رکھا ہے، وہ مسلمانوں کے دلوں میں انگریزوں کی محبت پیدا ہونے میں بنیادی رکاوٹ ہے۔

چنانچہ اسی سلسلے میں وہ اپنی کتاب شہادۃ القرآن کے ضمیے میں لکھتا ہے:

”میرا اس بات پر ایمان ہے کہ جیسے جیسے میرے پیروکاروں کی تعداد بڑھتی جائے گی جہاد پر ایمان رکھنے والوں کی تعداد کم ہوتی جائے گی، کیونکہ میرے مسیح موعود یا مہدی ہونے پر ایمان رکھنے کے لئے جہاد کا انکار کرنا ضروری ہے۔“

(ضمیمہ شہادۃ القرآن، طبع ششم، ص:۱۷)

(اس کے علاوہ رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام شائع ہونے والی علامہ ندوی کی کتاب ص:۳۵ بھی دیکھی جائے)

اب تک ذکر کی جانے والی تمام دستاویزات اور دیگر مستند دستاویزات (جن سے قادیانیت کے عقائد، ان کی ابتداء و بنیاد اور صحیح اسلامی عقائد کی بربادی وخرابی جیسے خطرناک اہداف کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں) کا بنظر غائر جائزہ لینے کے بعد مجلس نے اتفاقی طور پر یہ قرارداد پاس کی کہ قادیانی جماعت اپنے لاہوری گروپ سمیت اسلام سے مکمل طور پر خارج ہے۔ یہ لوگ کافر اور اسلام سے پھرے ہوئے ہیں، ان کا خود کو مسلمان ظاہر کرنا دھوکا بازی ہے۔

مجمع الفقہی کی مجلس نے اس بات پر بھی زور دیا کہ مسلمان حکومتیں ہوں یا علماء و مصنفین ہوں یا مفکرین، مبلغین ہوں یا عام مسلمان، ان کو چاہئے کہ ہر حال میں اور دنیا کے ہر کونے میں اس گمراہ جماعت کا پردہ فاش کرے، اس کے ہاتھوں پھیلائی جانے والی گمراہی سے تمام مسلمانوں کو بچانے کی حتی المقدور کوشش کرے اور کسی قسم کی کوتاہی روا نہ رکھے۔ وباللہ التوفیق۔

دستخط

رئیس: عبداللہ بن محمد

رئیس: مجلس القضاء الاعلیٰ بمملکۃ العربیۃ السعودیۃ

دستخط

نائب رئیس: محمد علی الحرکان

ذمہ دار عمومی: رابطہ عالم اسلامی

دستخط

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

الرئیس العام الادارۃ البحوث العلمیہ

والافتاء والدعوۃ والارشاد فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

دستخط

مصطفیٰ الزرقاء

دستخط اراکین:

محمد محمود اصواف، صالح بن عثیمین، محمد بن عبداللہ السبیل، محمد رشید قبانی، محمد رشیدی، عبدالقدوس الہاشمی الندوی۔ (نوٹ: تمام حضرات کے دستخط شامل ہیں)

دستخط سے پہلے ہی سفر پر روانہ ہوگئے

ابوبکر جومی

....

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

قادیانیوں کے بارے میں چوتھی قرارداد

مؤتمر اسلامی کی ذیلی تنظیم نے اپنے انعقاد ۱۰ تا ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۲ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۸۵ء کے دوسرے دور میں درج ذیل قرارداد پاس کی:

جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن میں مجلس الفقہ الاسلامی کی طرف سے ایک استفتاء پیش کیا گیا، جس میں قادیانیوں اور ان کی ذیلی جماعت لاہوری گروپ کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے اور اس طرح کے سنجیدہ وسنگین دینی معاملات میں غیر مسلموں کی طرف سے کئے جانے والے فیصلوں کے (مسلمانوں کے لئے) قابل عمل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں استفسار کیا گیا تھا۔

مجمع کے معزز اراکین کو مذکورہ مستند دستاویزات اور گزشتہ صدی میں ہندوستان میں پیدا ہونے والے فتنہ قادیانیت (اور اس کی ذیلی شاخ لاہوری گروپ) کے بارے میں حاصل ہونے والی معلومات پیش کی گئیں:

ا:... ان دونوں گروہوں کے بارے میں دستاویزات ومعلومات میں خوب غوروفکر کرنے اور اس بات کا یقین ہوجانے کے بعد کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے خود کو نبی و رسول قرار دیا ہے اور یہ کہ اس کی طرف وحی بھی آتی ہے۔

۲:... یہ ثابت ہونے کے بعد کہ اس نے اپنی بعض تصنیفات کے بارے میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ بطور وحی اس کی طرف نازل کی گئیں۔

۳:... یہ ثابت ہونے کے بعد کہ وہ زندگی بھر اپنے دعوے پر قائم رہا، اس کی نشرواشاعت کرتا رہا اور لوگوں سے اپنے اقوال، اپنی کتابوں اور اپنی نبوت ورسالت پر ایمان لانے کا مطالبہ کرتا رہا۔

۴:... یہ ثابت ہونے کے بعد کہ وہ بہت سی ضروریات دین مثلاً جہاد کا انکار کرتا رہا ہے۔

۵:... اور مجمع الفقہ الاسلامی کے پاس کردہ قرارداد کا بنظر غائر جائزہ لینے کے بعد درج ذیل قرارداد پاس کی گئی:

الف:..... مرزا غلام احمد قادیانی کے مختلف دعوؤں مثلاً نبوت ورسالت اور نزول وحی وغیرہ سے درج ذیل ضروریات دین کی قطعی ویقینی نفی ثابت ہوتی ہے:

ا:... مثلاً اس بات کی نفی ہوتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا نہ کوئی رسول۔

۲:... آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ورسالت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا ہے۔

۳:... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب قیامت تک کسی پر وحی نازل نہ ہوگی۔

یہ تمام دعوے مرزا غلام احمد قادیانی، اس کے تمام متبعین اور حامیوں کو اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیتے ہیں۔

رہا لاہوری گروپ تو وہ بھی مرتد ہونے یا نہ ہونے میں قادیانی گروپ کی طرح ہے، (یعنی وہ بھی مرتد ہی ہے) قطع نظر اس سے کہ وہ مرزا قادیانی کو ظلی وبروزی نبی سمجھیں (یا مسیح موعود مہدی وغیرہ)۔

ب:..... کسی غیر مسلم ادارے یا کسی غیر مسلم جج (یا منصف) کے لئے جائز نہیں (یا ان کو یہ حق حاصل نہیں) کہ وہ کسی فرد (افراد) کے بارے میں مسلمان یا مرتد ہونے کا فیصلہ کریں، خصوصاً ایسے معاملات جن میں کوئی فرد (یا افراد) امت مسلمہ کے اتفاقی واجماعی مسائل کے خلاف ہو۔

کسی کے مسلمان یا مرتد ہونے کا فیصلہ اس صورت میں قابل قبول ہوگا جب وہ کسی ایسے فرد یا افراد کی طرف سے کیا جائے جو اسلام میں داخل ہونے یا اسلام سے خارج ہونے کے تمام مسائل سے کماحقہٗ آگاہ ہو، وہ اسلام اور کفر کی حقیقت سے بخوبی واقف ہو اور کتاب وسنت اور اجماع کے دلائل و نصوص کو اچھی طرح جانتا ہو۔

بدیں صورت کسی بھی سیکولر ادارے یا فرد کا فیصلہ قطعاً ویقیناً باطل ہوگا۔ واللہ اعلم۔

☆☆..............☆☆

ESTD 1880
سو سال سے زائد بہترین خدمت
ABS
ABDULLAH BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar, Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

تحریک ختم نبوت میں مولانا مفتی محمودؒ کا کردار!

جناب محمد فاروق قریشی (ڈائریکٹر مفتی محمود اکیڈمی پاکستان)

مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنتے ہی پردۂ ذہن پر جامع الصفات شخصیت کا نقش ابھرتا ہے۔ ایسی ہستی جو انسانی خصائص کے اوج کمال کا مظہر اور اپنی ذات سے وابستہ تمام شعبوں پر حاوی و غالب ہو، ان کی زندگی کا ہر پہلو قابل رشک اور ہر مرحلہ قابل توصیف ہے۔ بلاشبہ وہ ملت اسلامیہ کے عظیم مفکر، بے مثال مدبر اور پاکستان کے عظیم راہنما تھے، ایسی نادر روزگار شخصیات قوموں میں خال خال ہوا کرتی ہیں اور تاریخ ان پر نازاں رہتی ہے۔

حکیم مشرق نے بجا کہا تھا کہ:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

قدرت نے مفتی محمودؒ کے پیکر میں اقبال کے دیدہ ور کی تجسیم کی تھی جس پر اہل پاکستان بجا طور پر فخر کرتے ہیں۔ مفتی محمودؒ کی ملی خدمات کا دائرہ بے پناہ ہے اس کا احاطہ کرنا گویا:

”سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے“

پاکستان میں الحاد و زندقہ کے سیل رواں اور بے دینی و گمراہی کے طوفان بلاخیز کے سامنے اس نظریۂ حیات اور دین فکر کا بند باندھنا معمولی کام نہ تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے علماء ملت کو کنج عافیت اور گوشۂ عزلت سے نکال کر اعلاء کلمۃ الحق کے لئے برسرکار کردیا، کیونکہ وہ خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات پر قانع نہیں بلکہ وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل کی پکار تھے۔ ملک میں علماء کا وقار اور سیاسی اہمیت ان کی کاوشوں کا ثمر ہے۔ دینی طبقہ کی سیاسی قوت، قومی سیاست میں شرافت کا چلن اور شائستگی کا احیاء، صوبہ سرحد میں اسلامی قوانین کا نفاذ اور پھر اصولوں کی خاطر اقتدار کو پائے استحقار سے ٹھکرانا، سرزمین بے آئین کو ایک اسلامی جمہوری اور وفاقی آئین کا تحفہ، نظام مصطفیٰ کے لئے قومی اتحاد اور پارلیمنٹ سے قادیانیت کی حقیقت واضح کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا ان کی عظیم خدمات کی نمایاں جھلکیاں ہیں۔ ان کی ۶۳ سالہ حیات مستعار قومی خدمات سے معمور ہے لیکن سارق نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے تعاقب اور اس کی ذریت کو پاکستان کی پارلیمنٹ سے بالاتفاق غیر مسلم اقلیت قرار دلانے میں ان کا تاریخی کردار ناقابل فراموش اور باعث فخر ہے۔

قادیانیت کے تارو پود بکھیرنے اور اس کی ہر محاذ پر سرکوبی کے لئے علماء حق کی خدمات برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا روشن باب ہے۔ رئیس المحدثین علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ کی خدمات کا احاطہ تو کارمحال ہے لیکن ان کے متاخرین نے بھی اپنے اسلاف کے مشن میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد حیات، مولانا تاج محمود اور مولانا ابوذر بخاری ایسے نامور علماء نے فقید المثال خدمات انجام دی ہیں۔

مولانا مفتی محمودؒ اگرچہ سیاسی میدان کے شاہسوار تھے لیکن سید المرسلین ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ان کی رگ و پے میں موجزن تھا اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہر دم مستعد اور کسی دقیقہ کی فروگزاشت کے قائل نہ تھے۔ ۱۹۵۳ء میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت میں پہلی تحریک ختم نبوت سے لے کر ۱۹۷۴ء میں علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں تاریخی اور معرکۃ الآرا تحریک ختم نبوت تک انہوں نے نمایاں کردار ادا کیا بلکہ ثانی الذکر تحریک میں عوامی سطح پر قیادت علامہ بنوریؒ فرمارہے تھے تو پارلیمنٹ میں حضرت مفتی صاحبؒ سرخیل تھے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک کے سالار تو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے، مفتی صاحب ان کے سپاہی کی حیثیت سے سرگرم عمل رہے اور دیگر علماء کرام کے ساتھ قید و بند کی صعوبت بھی برداشت کی۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے خلف اکبر مولانا فضل الرحمن امیر جمعیت علماء اسلام کا سن پیدائش بھی ۱۹۵۳ء ہے۔ دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کی ایک نشست میں دوران گفتگو مولانا فضل الرحمن نے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ سے کہا کہ مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے ۱۹۵۳ء میں ”ایک قید سے میں رہا ہوا اور ایک سے تم“ اس پر حضرت لدھیانویؒ نے برجستہ فرمایا کہ ایک قید سے میں بھی رہا ہوا تھا کہ اس سال جامعہ خیر المدارس سے درس نظامی کی تکمیل کی تھی۔

مولانا مفتی محمودؒ نے جمعیت علماء اسلام کے ناظم

عومی کی حیثیت میں قوم کی سیاسی راہنمائی کا فریضہ انجام دیا، لیکن ختم نبوت کے مشن کو کسی طور بھی فراموش نہیں کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے ہمہ وقت رابطے میں رہتے اور سیاسی و تعلیمی مصروفیات کے باوجود بھرپور تعاون کرتے۔ ایسا گمان ہوتا کہ جمعیۃ مجلس کا سیاسی فورم ہے یا مجلس جمعیۃ کا دینی محاذ۔ الحمدللہ! جمعیۃ اور مجلس کی قیادت میں باہمی تفہیم و تعاون کی فضا تاحال برقرار ہے، دونوں جماعتیں اپنے اپنے محاذ پر دوئی کا خیال کئے بغیر مکمل یکسوئی سے متحد و متفق برسرکار ہیں۔

اس دور میں علماء حق کی تمام جماعتیں اور تنظیمیں باہمی اعتماد و اشتراک عمل سے سرشار اپنے میدان میں سرگرم عمل تھیں۔ عوام الناس کے عقائد و اعمال کی اصلاح کے لئے تبلیغی جماعت، شرک و بدعت کی گمراہی کا پردہ چاک کرنے کے لئے جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ، روافض کی چیرہ دستیوں کے تدارک کے لئے تنظیم اہلسنت و مجلس تحفظ حقوق اہلسنت، قادیانیت کے تعاقب و سرکوبی کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اسلامی نظام کے نفاذ اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے پورا مسلک حقہ جڑا ہوا تھا۔ اہل حق موقع محل کی نزاکت اور حالات و واقعات کی مناسبت سے درج بالا جماعتوں سے مکمل وابستگی کے اظہار کے طور پر بھرپور قوت استعمال کرتے اور پھر نتائج بھی اسی انداز سے مرتب ہوتے تھے۔

اہل حق کی جماعتوں میں آج کی طرح آپادھاپی اور کتا چھینی نہ تھی کہ جسے دیکھو دوسرے سے بے نیاز ہوکر تنہا پرواز کے شوق میں اڑان بھرتی ہے اور پھر جلد ہی بے دم ہوکر دھڑام سے زمین بوس ہوجاتی ہے۔ دراصل جماعت تو اہل حق ہیں باقی تقسیم کار کے مطابق موضوعاتی محاذ ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کے دور میں یہ تاثر تھا کہ ہر محاذ دین کا مورچہ ہے اور اس پر ڈٹ جانا اہل حق کی ذمہ داری ہے، اس لئے قافلۂ حق کا ہر شریک اپنی طبعی خاصیت و اہلیت کی نسبت سے محاذ کا تعین کرتا اور پھر دین کی خدمت کے جذبہ سے سرشار جان کی بازی لگا دیتا۔ ماضی و حال میں اتنا فرق پیدا ہوگیا ہے کہ ماضی میں ہر جماعت سے وابستہ کارکن اپنے کام کے بارے میں یقین رکھتے تھے کہ یہ ''بھی'' دین ہے لیکن اب یہ اصرار ہے کہ ''یہی'' دین ہے۔ ''بھی'' سے ''یہی'' تک کے سفر نے محرم کو مجرم بنا کر اہل حق کو ٹکڑوں میں بانٹ کر بے اثر کردیا ہے اور یوں باطل کے لئے تمام تر نوالہ بن گئے ہیں۔ باطل کے تعاقب میں سرگرداں جماعتیں ایک ایک کرکے ہزیمت کا شکار ہورہی ہیں:

میں اگر سوختہ ساماں ہوں تو یہ روز سیاہ
خود دکھایا ہے مرے گھر کے چراغاں نے مجھے

قادیانی دجل کا پردہ چاک کرنے اور ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک تو اسی روز سے جاری ہے جب قادیان کے مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد جب قادیانی ریشہ دوانیوں نے پاؤں پھیلانا شروع کئے اور خصوصاً قادیانی مہرے ظفر اللہ خان قادیانی نے بطور وزیر خارجہ قومی وسائل کو قادیانیت کے فروغ کے لئے استعمال کرنا شروع کیا تو اہل وطن میں تشویش کی لہر دوڑنا فطری امر تھا۔ عوام کے غم و غصے نے تحریک کی شکل اختیار کرلی اور یوں ۱۹۵۳ء میں پہلی ملک گیر منظم تحریک کا آغاز ہوا، لاکھوں مسلمان ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کفن بردوش سڑکوں پر آگئے۔ کذاب قادیان کے خلاف عوامی نفرت کا لاوا تمام ریاستی نظم و نسق کو بہا کر لے گیا تو حکومت میں شامل بر خود غلط لوگوں نے ملک کی تاریخ کا پہلا مارشل لاء نافذ کردیا۔ ریاستی بزر جمہروں نے عوامی قوت کے سیلاب کو طاقت کے وحشیانہ استعمال سے روکنا چاہا تو ہزاروں مسلمان شہید اور لاکھوں زخمی و پابند سلاسل کردیئے گئے۔ عوامی احتجاج اور قربانیوں میں کوئی کمی نہ تھی، لیکن ریاستی طاقت کے سامنے تحریک اپنے مقاصد حاصل کئے بغیر ختم ہوگئی۔ وقتاً فوقتاً اور گاہے بگاہے عوامی ردعمل کا اظہار ہوتا رہا اور علماء بھی اپنے مشن میں لگے رہے لیکن قادیانیت کے دردناک اور کرب انگیز ناسور سے ملت اسلامیہ کو نجات نہ مل سکی۔

ہر کام کے لئے قدرت کی طرف سے خاص وقت متعین ہوتا ہے اور جب وہ ساعت مسعود آجاتی ہے تو حالات کی ترتیب و تنظیم اس نہج پر بنتی اور مرتب ہوتی چلی جاتی ہے کہ:

''قدرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنابندی''

حسن اتفاق کہ مئی ۱۹۷۴ء میں نشتر کالج ملتان کے طلبا جو ریل میں سفر کررہے تھے ربوہ اسٹیشن (حال چناب نگر) پر قادیانیوں کے منظم حملے نے اسلامیان پاکستان کو طویل خواب غفلت سے جھنجھوڑ کر بیدار کردیا۔ ہر شہری قادیانیت کے خلاف دہکتا لاوا اور پورا ملک شعلۂ جوالا بن گیا۔ ملک کے طول و عرض میں ہر سو مظاہروں کا معمول ہوگیا۔ حسب روایت حکومت نے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو متحرک کیا اور لاٹھی گولی چلتی رہی لیکن اس نسبت سے عوامی اشتعال بڑھتا رہا، بالآخر قومی سطح پر مختلف جماعتوں نے ''متحدہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کے نام سے قوم کو منظم پلیٹ فارم مہیا کیا۔ علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ جو مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے، متحدہ مجلس عمل کے صدر منتخب کئے گئے۔

متحدہ مجلس عمل نے قریہ قریہ و نگر نگر عوامی اجتماعات منعقد کئے اور عوامی احتجاج کو منظم شکل دے کر زبردست تحریک بپا کردی۔ مجلس عمل کے پلیٹ فارم پر تمام مسالک نے متحد ہوکر فقید المثال تحریک چلائی۔ حکومت کے تمام اقدامات عوام کے سیل بے پناہ کے سامنے خس و خاشاک ہوکر رہ گئے تھے۔ عوام الناس دیوانہ وار گرفتاریاں پیش کرنے کے لئے

روزانہ ہزاروں کی تعداد میں گروہ در گروہ اُمڈے چلے آ رہے تھے، یہاں تک کہ ملک کی جیلیں بھی تنگ دامنی پر شکوہ کناں ہونے لگیں۔

مولانا مفتی محمودؒ قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف کا کردار ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے پارلیمنٹ کے فلور پر حکومت کا ناطقہ بند کر دیا۔ عوامی سطح پر قیادت علامہ بنوریؒ فرما رہے تھے تو اسمبلی میں مفتی محمودؒ ختم نبوت کی معرکہ آرائی میں پیش پیش تھے۔ اس تاریخی معرکہ میں مفتی محمود تنہا نہ تھے بلکہ پارلیمنٹ میں دیگر ارکان کے علاوہ مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالحق، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالحکیم، پروفیسر غفور احمد، مولانا ظفر احمد انصاری، شیر باز خان مزاری، غلام فاروق، صاحبزادہ صفی اللہ، مولانا صدرالشہید، مولانا نعمت اللہ، عطا محمد مری، سردار مولا بخش سومرو، چوہدری ظہور الٰہی اور محمود اعظم فاروقی سمیت تقریباً تمام زعماء ملت نے بھرپور ساتھ نبھایا۔

تحریک کے اوائل میں حکومت نے سختی اور جارحیت کا مظاہرہ کیا، لیکن عوام کے جذبۂ جنوں کے سامنے کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی۔ قومی راہنماؤں کی کردار کشی کے لئے فرضی ناموں سے میڈیا میں بڑے بڑے اشتہار شائع کئے جاتے رہے۔ علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ خاص ہدف تھے لیکن قوم کا مورال بہت بلند تھا اور میڈیائی ہتھکنڈے رائے عامہ کو گمراہ نہ کر سکے۔ مولانا مفتی محمودؒ کے بارے میں بھی آئے روز منفی خبریں اخبارات کی شہ سرخیوں اور چوکھٹوں میں دی جاتیں مگر تمام منفی طرز عمل نے لوگوں کے جوش و جذبہ کو دوچند کر دیا۔

تمام قومی جماعتوں کی طرح طلبا نے بھی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، کیونکہ تحریک کی ابتدا ہی طلبا پر ظلم و تشدد کے ردعمل کے طور پر ہوئی تھی۔ راقم الحروف ان دنوں جمعیۃ طلبا اسلام کا مرکزی ناظم اطلاعات تھا، جمعیۃ طلبا اسلام نے ملک کے تمام تعلیمی اداروں میں طلبا کی قوت کو منظم و متحرک کرنے کے لئے خاص لٹریچر شائع کیا اور ملک کے تمام بڑے شہروں اور قصبات میں رائے عامہ کو بیدار کرنے کے لئے اجتماعات کئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس ہنگامہ خیز دور میں صرف ایک ہفتہ کے اندر ملک کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے تمام بڑے شہروں اور قصبات میں جلسہ ہائے عام منعقد کر کے رائے عامہ کو بیدار و توانا کر دیا تھا، جمعیت علماء اسلام کے مرکزی و صوبائی راہنماؤں کے پانچ گروپ تشکیل دیئے گئے، دو کے ذمہ پنجاب اور بقیہ ملک کے دیگر صوبوں کے مختلف اضلاع کے دوروں پر روانہ کر دیئے گئے۔ جاوید ابراہیم پراچہ، رانا شمشاد علی خان، عبدالمتین چوہدری، ضیاء الرحمن فاروقی، ڈاکٹر خالد محمود سومرو، عبدالرؤف ربانی، حافظ محمد طاہر، ندیم اقبال اعوان، خالد محمود وٹو، عبدالخالق ندیم، محمد زرین عباسی، حافظ رشید اختر، محمد احمد، صفدر چوہدری، غلام مرتضیٰ بھٹہ اور اشفاق بھٹہ نے اپنے جوش خطابت سے ملک بھر میں تحریک کا مورال بلند کر دیا۔ ختم نبوت کے پیغام کو گلی گلی، محلہ محلہ پہنچانے کے ''جرم'' میں کارکنوں اور راہنماؤں کو پولیس تشدد اور قید و بند کے مراحل سے بھی گزرنا پڑا۔ مرکزی صدر محمد اسلوب قریشی اور ناظم عمومی سید مطلوب علی زیدی اور نائب صدر میاں محمد عارف مقرر شعلہ باز نہ تھے، لیکن سنجیدہ گفتگو سے انہوں نے قوم کے ایک متین طبقہ کو متاثر کیا۔ یہ ناکارہ بھی جو اسٹیج سے ہمیشہ دور بھاگتا رہا اور محض قلم و قرطاس کے ذریعہ جماعتی خدمت کو غنیمت سمجھتا تھا، اپنے دو ساتھیوں رانا شمشاد علی خان اور صفدر چوہدری کے ہمراہ ملتان تا کراچی براستہ سڑک تمام شہروں اور قصبات میں ختم نبوت کے سلسلہ میں منعقد ہونے والے جلسوں میں اپنے جذبات کا اظہار کرتا رہا۔ بہاولپور ڈویژن میں عزیزم محمد احمد ایسا مقرر شعلہ بیان کا بھی ساتھ رہا۔ گویا جمعیت علماء اسلام کے کارکنوں نے ملک کا چپہ چپہ ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے آشنا کر دیا اور ملک کی سرزمین جعلی نبی کی ذریت کے لئے تنگ کر دی، انہیں کسی تعلیمی ادارے میں بھی جائے پناہ نہ تھی کہ جمعیۃ کے زندہ دل و جوان ہمت کارکن وہاں موجود تھے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ختم نبوت کا اعجاز تھا کہ مجھ ایسے ناکارہ شخص سے بھی کام لے لیا گیا، ورنہ:

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح یہ تیری مہربانی

''خبردار!'' کے عنوان سے ایک سیاہ رنگ کا پوسٹر شائع کرایا گیا جو پولیس کی ناکہ بندی کے باوجود تمام تعلیمی اداروں اور ہر شہر کے نمایاں مقامات پر چسپاں کر دیا گیا۔ وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے اسمبلی کے فلور پر اشتہار لہراتے ہوئے کہا کہ مفتی محمودؒ کی جماعت کے طلبا ملک میں بدامنی اور خون ریزی کے لئے ایسے اشتہارات کے ذریعہ قوم کو اکسا رہے ہیں۔

مفتی صاحب جمعیۃ طلبا اسلام کی کارکردگی سے بہت مطمئن تھے، فرمایا کہ: ''وزیر قانون کے ہاتھ میں اشتہار دیکھ کر میرا سر فخر سے بلند ہو گیا۔''

تحریک کا عوامی تموج روز افزوں اور قابل دید تھا، سرکاری حکمت عملی ناکام ثابت ہو رہی تھی اس کے ساتھ ہی مجلس عمل کی قیادت نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا معرکہ قومی اسمبلی میں لڑنے کا فیصلہ کیا۔

پارلیمنٹ میں قائد حزب اختلاف مولانا مفتی محمودؒ کی قیادت میں حزب اختلاف کے راہنماؤں نے ۳۰ر جون ۱۹۷۴ء کو باقاعدہ قرارداد پیش کر دی۔ قرارداد پیش کرنے کا سہرا مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کے سر پر سجا جبکہ قرارداد کے محرکین کی تعداد ۳۷ تھی۔

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قائد ایوان

کے طور پر سانحہ ربوہ پر غور اور قادیانی مسئلہ پر سفارشات مرتب کرنے کے لئے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دیتے ہوئے سرکاری بل پیش کرنے کی ذمہ داری وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ کے سپرد کی۔

اسپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خان کی صدارت میں قومی اسمبلی کی کارروائی کا آغاز ہوا اور قادیانی مسئلہ پر بحث شروع ہوئی۔ قادیانی موقف پیش کرنے کے لئے ان کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو اسمبلی میں بلایا گیا۔ انہوں نے گیارہ روز تک اسمبلی میں اپنا موقف پیش کیا اور سوالوں کے جوابات دیئے، ان پر اٹارنی جنرل جناب یحیٰی بختیار کے ذریعہ جرح بھی کی گئی۔ اس کے دو روز بعد لاہوری گروپ کو موقع دیا گیا، انہوں نے بھی اراکین اسمبلی کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ قادیانی جماعت کے موقف کے بعد ''ملت اسلامیہ کا موقف'' مولانا مفتی محمودؒ نے دو روز تک پیش کیا۔ دراصل یہ قادیانی گروپ کے محضر نامہ جو انہوں نے اسمبلی میں جمع کرایا تھا اس کا علمی محاسبہ اور قطعی جواب تھا جو علماء نے متفقہ طور پر تیار کیا تھا اور مفتی صاحب نے بحسن وخوبی پیش کیا۔ لاہوری گروپ کے محضر نامے کا جواب مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے مرتب کیا، جسے اسمبلی کے طور پر مولانا عبدالحکیم نے پیش کیا۔

۶،۵ ستمبر کو اٹارنی جنرل پاکستان جناب یحیٰی بختیار نے بحث کو سمیٹتے ہوئے مفصل خطاب کیا اور یوں ۵ اگست سے شروع ہونے والی بحث ۶ ستمبر تک جاری رہی اور بالآخر ۷ ستمبر کے روز پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخی فیصلہ رقم کیا، جب فیصلہ لکھا جانے لگا تو وزیر قانون نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا نام لکھنے کی ضرورت نہیں جبکہ مفتی محمودؒ کا موقف تھا کہ اس میں نام کی صراحت ضروری ہے۔ وزیر قانون نے مفتی صاحب کو چکمہ دینے کے لئے کہا کہ آئین میں کسی کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ آئین میں پہلے سے نام موجود ہیں ازاں بعد پیرزادہ صاحب نے مفتی صاحبؒ کی مذہبی حس کو بھڑکانے کے لئے کہا کہ ''چھوڑیں مفتی صاحب! مرزا کے نام سے آئین کو کیوں پلید کرتے ہیں'' لیکن مفتی صاحب ان کے فریب میں کب آنے والے تھے، فوراً کہا کہ قرآن مجید میں ابلیس اور فرعون کے نام موجود ہیں، اس کے باوجود قرآن کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا اور وہ ہمیشہ کے لئے مقدس کتاب ہے تو ہمارا آئین بھی ایسا گیا گزرا نہیں کہ مرزا کے نام سے پلید ہوجائے گا، لہٰذا نام کی صراحت لازمی ہے، بالآخر ایسا ہی ہوا کہ وزیر قانون کے پاس مفتی صاحب کی دلیل کا جواب نہ تھا۔

۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی کے تمام اراکین خوش قسمت اور لائق تبریک ہیں کہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بارے میں تاریخی قرارداد پر فیصلہ کرنے میں شریک رہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ بطور قائد حزب اختلاف کی بہترین حکمت عملی اور محنت شاقہ نے یہ موقع فراہم کیا تھا۔ حضرت مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ عام اراکین اسمبلی قادیانیوں کو محض ایک فرقہ خیال کرتے تھے، کچھ لوگ محض مسلکی اختلاف باور کرتے، ہم نے قادیانی سربراہ مرزا ناصر احمد سے سوال کیا کہ مرزا کے منکر کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟ جب اراکین اسمبلی نے جواباً دیکھا کہ یہ لوگ مرزا کے منکرین کو کنجریوں کی اولاد اور کافر کہتے ہیں تو تقریباً تمام لوگوں کا ذہن بیدار ہوگیا تھا اور پھر ہمیں اراکین کی ذہن سازی کے لئے زیادہ محنت نہ کرنا پڑی۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ عالم اسلام کے لئے انتہائی مسرت اور شادکامی کا لمحہ تھا۔ اسلامیان پاکستان نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا کہ یہ کسی کی جیت یا ہار کا مسئلہ نہیں، بلکہ مملکت اسلامیہ کی مشترکہ کامیابی تھی۔ اسمبلی میں قرارداد تو بلاشبہ حزب اختلاف نے پیش کی تھی لیکن حزب اقتدار کے اراکین اسمبلی نے بھی دل وجان سے اس کی تائید وحمایت کی، اس لئے حکومت اور حزب اختلاف دونوں قابل مبارکباد اور لائق تحسین ہیں۔

اس تاریخی مرحلہ پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اس سے قبل کیوں حل نہ ہوسکا؟ اگرچہ مسلمانان برصغیر ایک مدت سے اس کے لئے کوشاں تھے اور انہوں نے جدوجہد میں بھی کوئی کسر روا نہ رکھی تھی۔

اس سوال کا جواب حضرت مفتی صاحبؒ نے شیرانوالہ گیٹ لاہور کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے دیا، مفتی صاحب نے کہا کہ کاش! آج امیر شریعتؒ حیات ہوتے اور مسلمانوں کی اس کامیابی کو دیکھ کر باغ باغ ہوجاتے، پھر فرمایا کہ اس مسئلہ کے حل کے لئے ہمارے بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کا بدرجہ اولیٰ اخلاص کے ساتھ استعمال کیا اور قوم میں تحریک وجذبہ بھی بیدار کیا، لوگوں نے لازوال قربانیوں کے مظاہر پیش کئے لیکن ایک کمی کی بنا پر مسئلہ حل ہونے سے رہ گیا اور وہ کمزوری سیاسی قوت تھی۔

آج الحمدللہ! ہماری سیاسی قوت ہے اور علماء کی خاص تعداد پارلیمنٹ میں موجود ہے، اس لئے عوامی تحریک کے ساتھ ساتھ سیاسی دباؤ نے رنگ دکھایا اور ہم اللہ کے فضل وکرم سے اسمبلی میں موجود تمام مسلمانوں کو ساتھ ملانے میں کامیاب ہوئے اور آج ہم اپنی شاندار کامیابی پر مسرور ہیں، اس کامیابی کا کریڈٹ ان لوگوں کو جاتا ہے جو اس مقصد میں نقد جان ہار گئے اور جنہوں نے قید وبند کی صعوبتوں کو بخوشی برداشت کیا، تمام ملت اسلامیہ مبارکباد کی مستحق ہے۔ ☆☆☆

او آئی سی

اے روسیاہ! تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

مولانا زاہد الراشدی

غزہ میں حماس اور اسرائیل کے درمیان تین دن کی عارضی جنگ بندی ہو چکی ہے اور اسرائیلی درندگی کا مسلسل نشانہ بننے والے فلسطینیوں نے وقتی طور پر کچھ سکون کا سانس لیا ہے۔ تین دن کے بعد کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں لیکن اسلامی ممالک کی تنظیم (او آئی سی) کے سیکرٹری جنرل ایاد امین مدنی کے اس بیان کے بعد اس کے بارے میں اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے کہ:

"او آئی سی ایک سیاسی تنظیم ہے، مذہبی نہیں۔ ہم ممبر ممالک کے درمیان تحقیق، تجارت اور دیگر شعبوں میں کام کر رہے ہیں۔ موجودہ صورت حال میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اگر او آئی سی کا اجلاس بلایا جائے تو کس لئے؟ اس وقت فوری طور پر قرارداد کی ضرورت ہے مگر اقوام متحدہ میں کیس فائل نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ امریکا اسے ویٹو کر دے گا۔ ہم نے اسرائیلی جارحیت کا معاملہ عالمی عدالت برائے جنگی جرائم میں لے جانے کا سوچا تھا، مگر فلسطین اور اسرائیل دونوں اس کے ممبر نہیں۔ ہر ملک کی اپنی ذمہ داری ہے اور او آئی سی تمام ممالک کی ذمہ داریاں پوری نہیں کر سکتی۔ پوری دنیا کو دیکھنا چاہئے کہ فلسطینیوں کی کیسے مدد کی جا سکتی ہے۔"

دنیا بھر کے مسلمانوں کو یہ امید تھی کہ جلد یا بدیر او آئی سی کا سربراہی اجلاس ہوگا اور مسلم حکومتوں کے سربراہ فلسطینیوں کو اسرائیلی درندگی سے نجات دلانے کے لئے کچھ نہ کچھ تو کریں گے، لیکن سیکرٹری جنرل صاحب نے صاف جواب دے دیا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے، ہر ملک اپنی ذمہ داریاں خود پوری کرے۔ ادھر غزہ کی صورت حال یہ ہے کہ مکانات ملبے کے ڈھیر بن چکے ہیں، شہداء اور زخمیوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے اور اسرائیل کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ وہ تین دن کی جنگ بندی بھی جاری رکھے گا یا نہیں، بعد کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔

اس کے ساتھ آج (۶ اگست) کے ایک قومی اخبار میں شائع ہونے والی ایک خبر یہ بھی ہے کہ رمضان المبارک کے ختم ہوتے ہی لندن کی سڑکوں پر "سپر کاروں" کا رش پڑ چکا ہے۔ عرب ممالک کے بااثر ترین افراد اپنی مہنگی ترین گاڑیوں سمیت یہاں پہنچ چکے ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں نجی طیاروں پر آنے والی ان گاڑیوں کی فی گاڑی لاکھوں ڈالروں میں قیمت ہے اور اس صورت حال پر مقامی باشندے بھی سخت برہم نظر آتے ہیں۔ لندن کے مہنگے ترین علاقہ "نائٹس برج" کی جانب سے مقامی پولیس کو مسلسل شکایات موصول ہو رہی ہیں کہ پوری رات عرب باشندے سڑکوں پر تیز رفتاری سے گاڑیاں بھگاتے ہیں، ایک طرف تو ان گاڑیوں نے شہریوں کا سونا محال کر رکھا ہے، دوسری طرف تیز رفتاری سے جانوں کو الگ خطرہ ہے، پھر دن کے وقت غلط پارکنگ کی وجہ سے شہریوں کو مسائل رہتے ہیں۔ مقامی پولیس کے مطابق صرف متحدہ عرب امارات کے شہریوں کو غلط پارکنگ پر کئے گئے جرمانے ایک سال میں دگنے ہو چکے ہیں۔ اسی طرح قطر اور سعودی شہری بھی اس دوڑ میں پیچھے نہیں ہیں۔ گزشتہ برس مشرق وسطیٰ سے آنے والی گاڑیوں کو اسی ہزار پونڈ سے زیادہ رقم کے جرمانے کئے گئے، تاہم اس صورت حال سے مقامی ہوٹل اور ریستوران مالکان بے حد خوش نظر آتے ہیں، کیونکہ آنے والے دنوں میں پر تعیش ہوٹلوں میں پیسہ پانی کی طرح بہایا جائے گا۔ اب اسے مسلمانوں کی بے حسی کہیں یا وقت گزارنے کا محبوب مشغلہ!

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

او آئی سی کے سیکریٹری جنرل کے بیان اور عرب ممالک کے بااثر اور متمول افراد کی عیش پرستی کے اس منظر کے بعد اب فلسطینیوں کے مستقبل کے بارے میں کچھ سوچنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ اور کیا عرب ممالک کے حکمران اور عیش پرست طبقے اس بات سے مطمئن ہوگئے ہیں کہ اسرائیل کی یہ درندگی صرف غزہ اور فلسطین تک محدود رہے گی اور اس مورچے کو سر کرنے کے بعد وہ اپنے توسیع پسندانہ عزائم بالخصوص ''گریٹر اسرائیل'' کے نقشے میں رنگ بھرنے کے لئے مزید پیش رفت نہیں کرے گا؟ یہ خبر پڑھ کر ہمیں سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۱۶ یاد آ گئی ہے اور ڈر لگنے لگا ہے کہ:

''اور جب ہم کسی علاقے کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہاں کے عیش پرست لوگوں کو ڈھیل دے دیتے ہیں اور جب وہ فسق و فجور کی انتہا کر کے حجت پوری کر دیتے ہیں تو ہم اس بستی اور علاقے کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں۔''

البتہ اس سارے تناظر میں ایک اچھی خبر بھی ہے جس نے دل کو تسلی دی ہے کہ مسلم حکمرانوں کی غیرت و حمیت بالکل راکھ نہیں ہوگئی، بلکہ کہیں کہیں اس کی چنگاریاں موجود ہیں جنہیں ہوا دی جائے تو حمیت و غیرت کی تپش کو دوبارہ زندہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ خبر بھی لندن سے ہے کہ برطانوی حکومت کی پاکستان نژاد مسلمان خاتون رکن سعیدہ وارثی نے اپنی حکومت کی اسرائیل نواز پالیسی پر احتجاج کرتے ہوئے وزارت سے استعفیٰ دے دیا ہے اور ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ غزہ کے بارے میں برطانیہ کی پالیسی کی مزید حمایت نہیں کر سکتیں، اس لئے انہوں نے وزیر اعظم کو استعفیٰ بھجوا دیا ہے۔

سعیدہ وارثی کا یہ اعلان جہاں ایک مسلمان بنی کی ملی حمیت کا غماز اور مسلمانوں میں غیرت و حمیت کی کسی نہ کسی درجے میں موجودگی کا اظہار ہے، وہاں مسلم ممالک کے سربراہوں اور او آئی سی کے سیکریٹری جنرل کے نام یہ پیغام بھی ہے کہ اگر وہ فلسطینیوں کی حمایت میں عملی طور پر کچھ نہیں کر سکتے تو او آئی سی کے مردہ گھوڑے کی لاش کو دفنا دینے کا اعلان تو کر سکتے ہیں، اس میں دیر کس بات کی ہے؟ ہمیں ایاد امین مدنی اور سعیدہ وارثی کے ان بیانات پر سودا کا یہ شعر یاد آ رہا ہے اور ہم اسے مسلم حکمرانوں کی نذر کرنا چاہتے ہیں کہ:

سودا قمار عشق میں مجنوں سے کوہ کن
بازی اگرچہ لے نہ سکا، سر تو دے سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ! تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

(روزنامہ اسلام کراچی، ۷/اگست ۲۰۱۴ء)

قادیانیت

میر جعفر اور میر صادق کے روپ میں!

مولانا انصار اللہ قاسمی، دیوبند

۱۵ راگست کے موقع سے ملک کے مختلف شہروں اور گلی کوچوں میں جنگ آزادی کی تقاریب منائی جاری ہیں، آزادی یقیناً انسان کی فطری ضرورت ہے، ایک معمولی بے زبان جانور جب سونے کے پنجرہ سے رہا ہو کر کھلی اور آزاد فضاء میں سیر وسیاحت کو اپنی سب سے بڑی نعمت سمجھتا ہے، انسان تو اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے آزادی کی نعمت کا سب سے زیادہ حقدار ہے، عموماً کسی اچھے اور خوشگوار موقع پر برائی کے تذکرہ سے بدمزگی پیدا ہوتی ہے اور محفل کا مزہ کرکرا ہو جاتا ہے، لیکن کیا کیا جائے، کائنات بھی تو اضداد کا مجموعہ ہے، جب تک کسی چیز کی ضد نہ بتائی جائے بات واضح نہیں ہوگی، محبت کا جام پینے کے لئے نفرت کے تلخ گھونٹ بھی پینے پڑتے ہیں، آگ اور پانی کی اہمیت وافادیت سمجھنے کے لئے دونوں کے فائدہ ونقصان کو واضح کرنا ضروری ہے، غرض یہ کہ چیزوں کی ضرورت وافادیت ان کی اضداد سے سمجھ میں آتی ہے "الاشیاء تبین باضدادھا۔"

جنگ آزادی کے تذکرہ میں غداران وطن کی بے وفائی اور دغابازی اگر نہ بتائی جائے تو آزادی کے سورماؤں کی وفاداری وجاں نثاری کیوں کر واضح ہوسکتی ہے؟ آزادیٔ وطن کے لئے سلطان سراج الدین الدولہ اور سلطان ٹیپو کی سرفروشانہ جدوجہد کا تذکرہ، میر صادق اور میر جعفر جیسے ضمیر فروشوں کے بغیر کیسے پورا ہوسکتا ہے؟ جنگ آزادی میں غداری اور بے وفائی کے حوالہ سے صرف میر جعفر اور میر صادق ہی معروف نہیں ہیں بلکہ آزادی وطن کی تاریخ میں کچھ ایسے گروپ اور نام نہاد تحریکوں کے نام بھی مذکور ہیں جنہوں نے مذہبی تحریک کا لبادہ اوڑھ کر انگریزوں سے وفاداری کا رول ادا کیا، قادیانی گروہ کے وجود اور اس کے ظہور کے پس منظر پر جن کی گہری اور پختہ نظر ہے، وہ قادیانیوں کے اس شرمناک کردار کو بہتر طور پر جانتے ہیں، مگر چوں کہ آج یہ گروہ دین ومذہب کے نام پر اپنی ارتدادی سرگرمیاں چلا رہا ہے، اس لئے ہمارے دانشور طبقہ کو یہ غلط فہمی ہے کہ علماء اسلام کا اس فرقہ سے اختلاف کی نوعیت صرف "منبر ومحراب" کی جنگ ہے اور مسلمانوں کا اس سے صرف مذہبی اختلاف ہے، اس لئے اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے برطانوی سامراج سے قادیانی گروہ کی وفاداری اور ملک سے غداری کو واضح کرنا ضروری سمجھا گیا، اس سلسلے میں چند اشارات اس طرح ہیں:

۱: . . . ۱۸۵۷ء کا ہنگامۂ آزادی وطن کی جدوجہد میں "ٹرننگ پوائنٹ" کا درجہ رکھتا ہے، اس میں آزادی کے سورما کامیاب نہیں ہوئے لیکن انگریز سامراج کو باشندگان وطن کے جذبۂ آزادی کا بخوبی احساس ہوگیا، مسلمان اس جنگ آزادی کے میر کارواں اور روح رواں تھے، آزادی کے لئے جذبہ جاں نثاری اور وفاداری کی بے نظیر مثال انہوں نے قائم کی، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے حقیقی اسباب اور بنیادی محرکات کی تحقیق وتفتیش کے سلسلہ میں برطانوی سامراج کے زیر نگرانی دو رپوٹیں مرتب ہوئیں، ایک ہنٹر رپورٹ اور دوسری مشنری فادرز رپورٹ کے نام سے منظر عام پر آئی، ہنٹر رپورٹ میں بتایا گیا:

"جہاد ہی وہ نظریہ ہے' جو ان (مسلمانوں) کے شدید جوش، تعصب، تشدد اور قربانی کی خواہش کی بنیاد ہے، اس قسم کا عقیدہ انہیں ہمیشہ حکومت کے خلاف متحد کرسکتا ہے۔"

(قادیان سے اسرائیل تک:۲۳)

اور مشنری فادرز رپورٹ میں کہا گیا:

"ملک (ہندوستان) کی آبادی کی اکثریت اندھا دھند اپنے پیروں یعنی روحانی رہنماؤں کی پیروی کرتی ہے، اگر اس مرحلہ میں ہم ایک ایسا آدمی تلاش کرنے میں کامیاب ہوجائیں جو اس بات کے لئے تیار ہو کہ اپنے لئے ظلی نبی (نبی کے حواری) ہونے کا اعلان کرے تو لوگوں کی بڑی تعداد اس کے گرد جمع ہوجائے گی، لیکن اس مقصد کے لئے مسلمان عوام سے کسی شخص کو ترغیب دینا بہت مشکل ہے، اگر یہ مسئلہ حل ہوجائے تو ایسے شخص کی نبوت کو سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔" (حوالہ سابق:۲۵)

ہنٹر رپورٹ میں برطانوی سامراج کے استحکام کو لاحق جس خطرہ اور اندیشہ کی نشاندہی کی گئی ہے اس کی نوعیت چوں کہ مذہبی تھی اس لئے دوسری

رپورٹ میں مذہبی اور روایتی اعتبار سے اس کا علاج تجویز کیا گیا، اس طرح ملک میں ''مذہبی تخریب کاری پروگرام'' ترتیب دیا گیا کہ عوام کو مذہبی عقیدوں میں الجھا کر اور ان کے دینی جذبات سے کھلواڑ کر کے غلامی و محکومی کے خلاف ان کی غیرت و حمیت کو کم اور ختم کیا جائے۔

۲:... قادیانی فرقہ کا بانی اور پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی قادیان ضلع گورداس پور پنجاب انڈیا کا ایک گمنام شخص تھا، اس نے ۴ سال (۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء) ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچہری میں معمولی ملازمت کی، مرزا قادیانی کا خاندان خود بھی انگریزوں کا خیر خواہ اور وفادار تھا، اپنے خاندانی پس منظر کے بارے میں اس شخص نے لکھا ہے:

''میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے، میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھے، ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر انگریزی سرکار کو مدد دی تھی، یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کو مدد دی تھی.... پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔''

(روحانی خزائن:۱۳/۳۵۰)

اپنے اس مخصوص خاندانی پس منظر اور دوران ملازمت انگریز حکومت کے تئیں اپنی مخلصانہ خدمات خصوصاً اہم پادریوں سے مناظرہ اور بحث و مباحثہ کے بہانہ خصوصی خفیہ ملاقاتیں، یہ ساری چیزیں مرزا قادیانی کو برطانوی سامراج کا منظور نظر بنانے میں معاون و مددگار ثابت ہوئیں، پھر برطانوی سامراج کے استحکام کے لئے مرتب کردہ مذہبی تخریب کاری پروگرام کو چلانے میں ''کوآرڈینیٹر'' کی حیثیت سے اس شخص کا انتخاب آسان ہو گیا۔

مذہبی مناظروں کے عنوان پر جن پادریوں سے مرزا قادیانی کا بحث و مباحثہ ہوتا تھا، ان میں ایک اہم نام پادری بٹلر کا ہے، یہ پادری برطانوی حکومت کی خفیہ ایجنسی کا اہم اور بااثر افسر تھا، لیکن وہ مبلغ کے روپ میں برسر خدمت تھا، اپنی ملازمت سے فراغت کے بعد پادری بٹلر کی وطن واپسی کا وقت آیا تو اس پادری نے مرزا قادیانی سے آخری الوداعی ملاقات کرنا ضروری سمجھا، قادیانی فرقہ کے دوسرے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے خطبہ میں اس خفیہ ملاقات کا تذکرہ اور اس پر تبصرہ اس طرح کیا ہے:

''اس وقت پادریوں کا بہت رعب تھا، لیکن جب سیالکوٹ کا انچارج مشنری ولایت جانے لگا تو حضرت (مرزا قادیانی) کے سامنے کے لئے خود کچہری آیا، ڈپٹی کمشنر اس کے استقبال کے لئے آیا اور دریافت کیا کہ آپ کس طرح تشریف لائے کوئی کام ہو تو ارشاد فرمائیں مگر اس نے کہا: میں صرف آپ کے اس منشی سے ملنے آیا ہوں، یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ کے مخالف بھی تسلیم کرتے تھے، یہ ایک ایسا جوہر ہے جو قابل قدر ہے۔''

(قادیانی اخبار الفضل قادیان:۲۳/اپریل ۱۹۳۴ء)

یہاں پر قابل غور اور لائق توجہ سوال یہ ہے کہ ایک بڑے بااثر افسر کو ایک معمولی منشی سے کیا رشتہ اور کیا واسطہ کہ وطن واپسی سے قبل مرزا قادیانی سے آخری ملاقات کو اس نے خاص اہمیت دی؟ بقول منشی منولال صفا کے:

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستم گاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

اس ملاقات کے بعد مرزا قادیانی کا ملازمت سے استعفیٰ دینا اور قادیان جا کر تصنیف و تالیف کا پیشہ و مشغلہ اختیار کرنا، یہ باتیں ایسی خصوصی اور خفیہ ملاقاتوں سے پردہ اٹھاتی ہیں اور یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اب تک کی مختلف ملاقاتوں میں طے شدہ امور و معاملات کو قطعیت دے دی گئی، تصنیف و تالیف اور مناظروں کے ذریعہ مرزا قادیانی نے برطانوی سامراج کے استحکام کے لئے پورے جوش و جذبہ کے ساتھ خدمات انجام دیئے اور بجا طور پر انگریز حکومت کے تئیں مرزا بشیر الدین محمود کے بقول ''ایک قابل قدر جوہر'' ثابت ہوا، ایک مرتبہ مرزا قادیانی نے انگریز حکومت کے دربار میں اپنے اور جماعت کے لئے توجہ و عنایت کی درخواست پیش کی اس میں پوری صراحت اور صفائی کے ساتھ اپنی پہچان و شناخت کرواتے ہوئے لکھا:

''یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربے سے ایک وفادار، جاں نثار خاندان ثابت کر چکی اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی جبکہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کی خیر خواہ اور خدمت گزار ہے، اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔'' (مجموعہ اشتہارات:۳/۲۱)

اس میں شک نہیں کہ اس درخواست میں مرزا قادیانی نے اپنی حقیقت اور حیثیت بتلانے میں پوری ایمانداری سے کام لیا اور ''خود کاشتہ پودا'' کا جملہ کہہ کر

انصاف پسند اصحاب کو ایک معیار دیا کہ وہ اس کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ قادیانی فرقہ کس کا پیدا کردہ اور کس کا پروردہ ہے؟

۳…سیالکوٹ کچہری میں ملازمت سے استعفیٰ

دراصل انگریز حکومت کی جانب سے گرین سگنل تھا کہ مرزا قادیانی کا جس مقصد ومشن کے لئے انتخاب ہوا تھا اس کا باضابطہ آغاز کیا جائے، چنانچہ مذہبی تخریب کاری پروگرام کے سلسلہ میں تیار کردہ ”روڈ میپ“ کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی نے برطانوی سامراج کے استحکام اور دوام کے لئے جو خدمات انجام دیے وہ اس طرح ہیں:

(الف) ہنٹر رپورٹ میں نظریہ جہاد کو برطانوی حکومت کے لئے خطرہ بتایا گیا اور مشنری فادرز رپورٹ میں ظلی نبوت کو اس کا علاج کہا گیا، پروگرام کے مطابق مرزا قادیانی نے جھوٹی اور جعلی نبوت کا دعویٰ کیا، دعویٰ کے ساتھ ہی اپنے من گھڑت اور پراگندہ افکار کو وحی والہام کا نام دے کر فریضہ جہاد کی حرمت ومنسوخی کا اعلان کردیا، لکھا ہے:

”اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ وقتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد“

(روحانی خزائن: ج۱۷، ص۷۷، ۷۸)

ایک جگہ اس شخص نے اپنی جماعت کی خصوصیت یوں بیان کی کہ:

”میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیوں کہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات: ج۳، ص۱۹)

(ب) ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ یہ انگریزی سامراج کی حکومت کے بقاء وتحفظ کے سلسلہ میں قدیم پالیسی ہے، مرزا غلام احمد قادیانی نے اس پالیسی کی پابندی کرتے ہوئے اپنے منصوبہ بند مناظروں کے ذریعہ مسلمان اور برادران وطن کے درمیان تفریق اور دوری پیدا کردی، ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ہونے والے نام نہاد مذہبی مناظروں کی وجہ سے انگریزوں کے خلاف مسلمانوں اور ہندوؤں کی متحدہ جدوجہد مذہب کی بنیاد پر تقسیم ہوکر رہ گئی۔

آریہ سماج، ہندو بھائیوں میں ایک ترقی پسند تحریک تھی، سوامی دیانند سرسوتی اس کے بانی تھے، انھیں سنسکرت اور مادری زبان کے علاوہ اردو، پنجابی، فارسی وغیرہ دیگر زبانوں سے واقفیت تھی، ہندوؤں کا تعلیم یافتہ طبقہ اس تحریک سے مربوط تھا، اس تحریک کے پیروکار لالہ اجیت رائے، ڈاکٹر گوپی چند بھارگو، ڈاکٹر سینوپال، اور دیگر حضرات پنجاب میں انگریز حکومت کے خلاف برسرپیکار تھے، مرزا قادیانی نے اپنے عامیانہ ذوق اور بے ہودہ پن مزاج کے مطابق اس تحریک کو، اس کے بانی کو اور عام ہندوؤں کو اپنی سب وشتم، طعن وتشنیع، اور لعنت وملامت کا نشانہ بنایا، ایک جگہ آریہ سماج کے بارے میں لکھا ہے:

”دہریوں کے بعد دنیا میں آریوں سے بدتر اور کوئی مذہب نہیں۔“

(بحوالہ تحریک ختم نبوت: ۱۳۲ شورش کاشمیری)

ویدوں کے متعلق اس نے لکھا کہ:

”اس قدر لغو بیانی تو مجانین اور مسلوب الحواس کے کلام میں بھی نہیں ہوتی۔“

(حوالہ سابق)

مزید ہندوؤں کے بارے میں کہا ہے کہ:

”ہندوؤں کا پرمیشر آپ ہی لوگوں کو بد فعلی اور پلیدی میں ڈالنا چاہتے۔“ (حوالہ سابق)

مرزا غلام احمد قادیانی کی دعوت پر آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند سرسوتی مباہلہ کے لئے گورداسپور (مرزا قادیانی کا ضلع) آئے اور کئی دن مرزا قادیانی کے انتظار میں گزارے، لیکن مرزا کو مقابلہ میں آنے کی ہمت وجرأت نہیں ہوئی، ۳۰ر اکتوبر ۱۸۸۳ء کو سوامی دیانند انتقال کرگئے تو مرزا قادیانی نے فوراً اس کو اپنی پیشینگوئی قرار دیا، اس سے آریہ سماج کے لوگوں میں نفرت ودشمنی کے جذبات بھڑک اٹھے۔

سوامی دیانند سرسوتی کے پیروکار پنڈت لیکھ رام نے مرزا قادیانی کے الہامات وپیشینگوئیوں کو چیلنج کیا، یہاں پر بھی مرزا صاحب حسب عادت پیچ تاب کھائے اور ادھر ادھر کی بانکی شروع کردی، پنڈت لیکھ رام کے مقابلہ پر آنے کے لئے انھیں ”سانپ سونگھ گیا“ جب لیکھ رام نے بہت زیادہ ہی زچ اور پریشان کرنا شروع کیا تو مرزا نے ۱۸۹۳ء میں اس کے قتل کی پیشینگوئی کردی، چنانچہ ۶ر مارچ ۱۸۹۷ء میں پنڈت جی کا قتل ہوگیا، مرزا قادیانی پر قتل کا مقدمہ چلا، غرض یہ کہ اس قتل سے ہنگامہ کھڑا ہوگیا، ہندو مسلم فساد کی بنیاد پڑگئی اور باہمی تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی، پھر یہ دوریاں اور فاصلے اتنے بڑھ گئے کہ ہندو مسلم اتحاد ایک خواب وخیال بن کر رہ گیا۔

ہندوؤں کے متعلق مرزا قادیانی کے سب وشتم کے ردعمل میں سوامی دیانند سرسوتی کی کتاب ”ستیارتھ پرکاش“ میں ۲ ابواب خصوصی طور پر شامل کئے گئے، جن میں (نعوذ باللہ) رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور دل آزار تحریریں لکھی گئیں، یہ ابواب سوامی دیانند کے لکھے ہوئے نہیں ہیں، انہوں نے کتاب کے صرف ۱۲ ابواب لکھے تیرہویں اور چودہویں باب کا اضافہ ان کے بعد کیا گیا، اس طرح

رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی و بے ادبی اور دل آزار تحریروں کا محاذ کھولنے کا سبب بھی مرزا قادیانی بنا، اس شخص نے ہندو رہنماؤں کو گالیاں دے کر آریہ سماج کے لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے خلاف دریدہ دہنی کا حوصلہ دیا اور سب و شتم کا چسکہ لگایا، غرض یہ کہ مرزا قادیانی انگریز سامراج کی عین خواہش یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں میں ٹکراؤ و تصادم کو پورا کر دکھایا۔

(ج) مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہبی مناظرے ''ایک تیر دو شکار'' کا مصداق ثابت ہو رہے تھے، صداقت اسلام کے نام پر ان نام نہاد مناظروں سے ایک طرف ہندوستان کے مختلف فرقوں میں دوریاں پیدا ہو رہی تھیں تو دوسری طرف یہی مناظرے انگریز سامراج کے خلاف باشندگان وطن کی متحدہ جدوجہد کا رخ بھی تبدیل کر رہے تھے، اور جنگ آزادی پر مذہبی جنگ (یدھ دھرم) کا رنگ چڑھ گیا، علماء اسلام نے آزادی وطن کی جدوجہد کو جہاد کا درجہ دے کر برطانوی سامراج کے خلاف مسلمانوں کے خون کو گرمایا اور وطن کے لئے جاں نثاری اور جاں بازی کا جذبہ اور حوصلہ ان میں پیدا کیا، برخلاف مرزا قادیانی کے مذہبی مناظروں کے کہ اس کی وجہ سے جنگ آزادی کا پورا منظر نامہ ہی تبدیل ہو گیا، حریت پسندی اور قومی اتحاد و یکجہتی کی جگہ مذہبی تعصب اور فرقہ پرستی غالب آ گئی۔

۴:...ہندوستان کی آزادی کی ۵۰ ویں سالگرہ کے موقع پر ''آزادی ہند اور جماعت احمدیہ'' نامی کتاب منظر عام پر آئی، کتاب کے مصنف قادیانیت کے ترجمان ''ہفت روزہ البدر'' قادیان کے ایڈیٹر منیر احمد خادم ہے، کتاب کیا ہے؟ دجل و تلبیس اور دھوکہ فریب کا ایک نادر نمونہ ہے، کتاب کے مصنف نے آزادی ہند کے لئے جماعت احمدیہ (قادیانی فرقہ) کی خدمات کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ''جماعت احمدیہ نے آزادی ہند کے لئے جو کوششیں کی ہیں ان میں بنیادی طور پر تین اہم عناصر کار فرما ہیں

(۱) ایک تو تمام ہندوستانی اقوام کا باہم اتفاق و اتحاد اور سیاسی مساوات و رواداری۔

(۲) دوسرے حصول آزادی میں عدم تشدد اور حلم و نرمی اور جوش کے بجائے ہوش اور عقل کا استعمال۔

(۳) تیسرے چھوت چھات یا کسی کو حقیر سمجھنے کا خاتمہ۔

ہندوستانی اقوام میں باہم اتحاد و اتفاق کے سلسلہ میں قادیانی گروہ کی خدمات کا اندازہ مرزا قادیانی کے مذہبی مناظروں اور دشنام طرازی سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، رہی بات سیاسی مساوات و رواداری کی تو یہ دراصل قادیانیت کے نفاق اور دورخی پالیسی کا دوسرا نام ہے، ملک کی آزادی سے پہلے قادیانی فرقہ کانگریس کا شدید مخالف تھا، ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو قادیانیت کی شرانگیزی اور فتنہ پردازی کا بھرپور احساس تھا، اس احساس کا انکشاف کرتے ہوئے مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے خطبہ میں کہا:

''پنڈت نہرو جب یورپ کے سفر سے واپس آئے تو انہوں نے اسٹیشن پر اتر کر جو باتیں سب سے پہلے کیں ان میں ایک یہ تھی کہ میں نے اس سفر یورپ میں یہ سبق حاصل کیا ہے کہ اگر انگریزی حکومت کو ہم کمزور کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے احمدیہ جماعت کو کمزور کیا جائے۔''

(اخبار ''الفضل'' قادیان ۱۶ راگست ۱۹۳۵ء)

جہاں تک سوال ہے حصول آزادی میں تشدد اور نرمی کا اس طرح کی باتیں لکھنے اور کہنے کی حد تک تو بہت بھلی، دانشمندی اور دانشوری کی معلوم ہوتی ہیں، لیکن جہاد و شہادت اور قربانی کے میدان میں ان کی حیثیت ''لوریوں'' سے زیادہ نہیں ہے، اصل میں انگریز سامراج کے ساتھ اپنی خوشامدانہ اور چاپلوسی کی پالیسی کو عدم تشدد و رواداری کے پردہ میں چھپانے کی ایک ناکام کوشش ہے، دوسرے یہ کہ ہر چیز کا موقع محل ہوتا ہے، ہر جگہ اور ہمیشہ ایک ہی بات کی رٹ نہیں لگائی جاتی اور ایک ہی چیز کی راگنی نہیں گائی جاتی، اگر اقتدار اور اختیار ہمارا ہو تو عدم تشدد اور نرمی کی پالیسی افضل اور بہتر ہے، لیکن جب مرحلہ ظالم و جابر طاقتوں سے پنجہ آزمائی اور فتنہ و فساد کے خاتمہ کا ہو تو جبر و تشدد اور سختی لازمی ضرورت بن جاتی ہے، ایسے موقع پر باغیرت اور زندہ ضمیر رکھنے والا انسان شہادت و قربانی کو اپنے لئے سب سے بڑی سعادت اور فضیلت سمجھتا ہے، پھر یہ کہ دنیا میں انقلابات کی تاریخ گواہ ہے کہ کوئی بھی انقلاب خالص عدم تشدد اور نرمی سے نہیں آیا، تاریخ کا سب سے پُر امن انقلاب ''فتح مکہ'' ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے لئے عام معافی کا اعلان کر دیا، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر بعض کفار مکہ کی نشاندہی فرمائی کہ اگر وہ کعبہ کے غلاف میں بھی لپٹے ہوئے ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے، اس کو تشدد ہرگز نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ یہ دشمن اور ظالم کے حق میں سراسر رحمت اور رحم دلی ہے۔

اس کے علاوہ کتاب ''آزادی ہند اور احمدیہ جماعت'' کے مصنف کو خود اپنے فرقہ کی تعلیمات اور تاریخ پر نظر ہونی چاہئے تحریک ختم نبوت کے رہنما اور کارکنان قادیانی گروہ کے اس جبر و تشدد کو کیا بھلا سکتے ہیں جو قادیانیوں نے پاکستانی حکومت میں کلیدی عہدوں پر فائز ہو کر ان پر کیا ہے؟ مرزا قادیانی نے اپنے زمانہ میں مخالفین کی موت اور قتل کی پیشین گوئیاں کر کے رحم دلی، نرمی اور رواداری کی ''ایک اعلیٰ

مثال "امپو" اور ان کا معیار اپنے پیروکاروں کے لئے چھوڑا ہے، آج قادیانی گروہ کے پاس اقتدار اور غلبہ نہیں، اس لئے وہ عدم تشدد اور نرمی کا ڈھونگ رچاتے ہیں کل اگر ان کی حکومت ہوگی تو کیا ہوگا؟ قادیانی فرقہ کے دوسرے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود اس کے جواب میں کہتا ہے:

"حکومت ہمارے پاس نہیں کہ ہم جبر کے ساتھ لوگوں کی اصلاح کریں اور ہٹلر یا مسولینی کی طرح جو شخص ہمارے حکموں کی تعمیل نہ کرے اسے ملک بدر کردیں اور جو ہماری باتیں سننے اور ان پر عمل کرنے پر تیار نہ ہو، اسے عبرتناک سزا دیں، اگر حکومت ہمارے پاس ہوتی تو ہم ایک دن کے اندر اندر یہ کام کر لیتے"

(قادیانی اخبار "الفضل" قادیان مورخہ ۳؍جون ۱۹۳۶ء)

غرض یہ کہ عدم تشدد اور رواداری نہیں بلکہ اپنی پرفریب اور دورنگی پالیسی کی وجہ سے قادیانی رہنماؤں نے آزادیٔ وطن کے ہر موڑ اور مورچہ پر ملک کے تمام ہندو، مسلم سیاسی قائدین کے خلاف اپنا الگ موقف اختیار کیا، تحریک ترک موالات، سول نافرمانی میں ان لوگوں نے شرکت نہیں کی، آزادیٔ ہند کے نام پر اس گروہ کے سربرآوردہ لوگوں کی جو بھی خدمات تھیں، وہ صرف اس لئے تھی کہ قادیان کو الگ مستقل ریاست اور مملکت کی حیثیت مل جائے، ویٹکن سٹی جیسی مذہبی ریاست کا درجہ اس کو مل جائے جس طرح عرب خطہ میں صیہونی ریاست اسرائیل کا غیر قانونی ریاست کا قیام کے لئے تمام حربے اور ہتھکنڈے استعمال کئے گئے، ہندوستان میں جب اس کے امکانات موہوم ہوگئے تو پڑوسی ملک میں صوبہ بلوچستان کو قادیان اسٹیٹ بنانے کے لئے گندہ سیاسی کھیل کھیلا گیا لیکن جب یہاں سے دیس نکالا ہوا قادیانی ریاست کی تکمیل ایک خواب وخیال بن گئی، تفصیل کے ملاحظہ ہو کتاب "قادیان سے اسرائیل تک"۔

کتاب مذکور میں آزادیٔ ہند کے لئے قادیانی خدمات کا خلاصہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

"پس حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ نے آزادیٔ ہند کی وہ لڑائی جس میں جہاں ایک طرف ٹھوس اور تیز دلائل کی تلوار ہے تو دوسری طرف عدم تشدد اور حکمت عملی کی مضبوط اور نفع بخش ڈھال ہمیں نظر آتی ہے۔" (ص:۲۶)

"دلائل کی تلوار" اور حکمت عملی کی مضبوط ونفع بخش ڈھال یہ جملے بتاتے ہیں کہ آزادیٔ وطن میں قادیانی فرقہ کی جدوجہد صرف "زبانی جمع وخرچ" ہے، جدوجہد کے میدان میں جاں نثاری اور سرفروشی سے اس فرقہ کا کوئی واسطہ اور رشتہ رہا نہیں، عالمی استعماری طاقتوں کی بساط سیاست پر یہ لوگ شطرنج کے مہرے ہونے کی وجہ سے "حکمت عملی کی مضبوط اور نفع بخش ڈھال" آج بھی ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔

غرض یہ کتاب "آزادیٔ ہند اور جماعت احمدیہ" کے مطالعہ کے بعد میری زبان پر قرآن مجید کی آیت کا ٹکڑا آ گیا کہ ویحبون ان یحمدو بمالم یفعلوا (وہ ایسے کاموں میں اپنی تعریف چاہتے ہیں جس کو انہوں نے نہیں کیا، آیت کا یہ مفہوم ومعنی کتاب کا ماحصل اور خلاصہ ہے)۔

کسی بھی فرد اور گروہ کی پہچان وشناخت اس کے عقیدہ ومذہب سے ہوتی ہے، جو اپنے مذہب سے بغاوت کردے بھلا وہ اپنی قوم اور اپنے ملک سے کیا وفاداری کریں گے؟ قادیانیت دراصل اسلام سے بغاوت کا نام ہے، اس کے پیروکار ملک وملت کے وفادار کبھی نہیں ہوسکتے، اس لئے ملک وملت کے غدار چاہے جس رنگ وروپ میں ہوں ملک کی یکجہتی اور قومی سلامتی کے لئے خطرہ ہیں اس سے ہوشیار اور آگاہ رہنے کی ضرورت ہے۔

☆☆..............☆☆

۱۹ رستمبر کو دفاع ختم نبوت کانفرنس کا اعلان

کراچی... (رپورٹ: مولانا محمد شعیب) ۱۳ راگست کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ اورنگی ٹاؤن کا اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں ساتھیوں نے اس بارے میں مشورہ کیا کہ گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی ۷ رستمبر کے حوالے سے اورنگی ٹاؤن میں "دفاع ختم نبوت کانفرنس" کا انعقاد کیا جائے۔ بعد ازاں کراچی دفتر میں مولانا قاضی احسان احمد صاحب اور مولانا عبدالحئی مطمئن صاحب سے مشاورت کرکے پروگرام کو حتمی شکل دی گئی۔

۷ رستمبر تاریخ اسلامی کا ایک سنہرا باب ہے، جس دن امت مسلمہ خصوصاً مسلمانان ہند کی تقریباً سو سالہ جدوجہد رنگ لائی۔ منکرین ختم نبوت، گستاخان پیغمبر، قادیانی رسوا ہوئے اور ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ پوری قوم کے مطالبے پر پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

تاریخ کی اس عظیم فتح پر وطن عزیز میں ہر سال عظیم الشان پروگرامز منعقد کئے جاتے ہیں۔ تحریک ختم نبوت کے شہداء کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ الحمدللہ! اورنگی ٹاؤن کراچی میں ہر سال ۷ رستمبر "یوم ختم نبوت" مذہبی جوش وخروش سے منایا جاتا ہے۔ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس سال بھی ان شاء اللہ العزیز ۱۹ رستمبر بروز جمعہ بعد نماز عشاء عظیم الشان "دفاع ختم نبوت کانفرنس" منعقد کی جارہی ہے، جس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد صاحب اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن صاحب خصوصی خطاب فرمائیں گے۔ تمام مسلمانوں سے شرکت کی اپیل ہے۔

رمضان المبارک کے تبلیغی اسفار

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

یکم تا ۴ ررمضان المبارک کے ایام دفتر مرکزیہ ملتان میں گزارے اور ماہنامہ لولاک کے شوال المکرم کے شمارہ کی تیاری اور پروف ریڈنگ کی اور شمارہ طباعت کے لئے لاہور بھجوایا۔ ۵ ررمضان المبارک کا جمعۃ المبارک کا خطبہ جامع مسجد ابوبکر صدیق ماڈل ٹاؤن بہاولپور میں دیا۔

دارالعلوم مدنیہ، بہاولپور کی چوٹی کی دینی درس گاہ ہے، جس کی بنیاد نصف صدی قبل مولانا غلام مصطفی بہاولپوری نے رکھی۔ مرحوم مجلس کے زیر اہتمام دارالمبلغین کے پہلے فضلاء میں سے تھے۔ مرحوم کے ساتھ مولانا قاضی عبداللطیف شجاع آبادیؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا قائم الدین عباسیؒ شامل کورس تھے۔ مرحوم گوجرانوالہ اور دیگر علاقوں میں مبلغ رہے۔ بعدازاں محکمہ اوقاف میں چلے گئے اور بہاولپور ڈسٹرکٹ خطیب کے منصب پر فائز رہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور استبداد میں ڈسٹرکٹ خطابت سے استعفیٰ دے دیا اور صرف مدرسہ کے ہوکر رہ گئے اور مدرسہ کی تعمیر وترقی میں شب وروز محنت کی اور دورۂ حدیث تک پہنچادیا۔ مولانا محمد حنیفؒ پہلے شیخ الحدیث تھے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں بیمار ہوگئے اور آگے چل کر مولانا کے گھر میں پولیس داخل ہوگئی، جس سے چادر و چاردیواری کا تقدس پامال ہوا اور پولیس نے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرکے آپ کے بڑے بیٹے مولانا زبیر احمد کو گرفتار کرلیا۔ مولانا پولیس کے شرمناک رویہ کی وجہ سے دل کے مریض بن گئے اور چند یوم بیماررہ کر انتقال فرمایا اور ''ملوک شاہ'' کے تاریخی اور مبارک قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ وبرد مضجعہ آمین یا اللہ العالمین۔

مرحوم کے انتقال کے بعد مرحوم کے فرزند عزیز مولانا زبیر احمد مدرسہ کے ناظم بنے وہ بھی چند سال قبل انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج کل جامعہ کا انتظام وانصرام ان کے برادر نسبتی مولانا مفتی عطاء الرحمٰن مدظلہ کے ہاتھوں میں ہے۔ مفتی صاحب مدرس آدمی ہیں اور جامعہ دارالعلوم مدنیہ کے شیخ الحدیث بھی۔ مفتی صاحب کے دور اہتمام میں اللہ پاک نے جامعہ کو خوب ترقی دی۔ مفتی صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور کے نائب امیر اور جمعیت علماء اسلام سمیت کئی جماعتوں کے سرپرست ہیں۔ رات کا قیام مفتی صاحب کے ہاں رہا۔

جامع مسجد الصادق میں درس قرآن، عرصہ درزسے جامع الصادق میں مجلس کے زیر اہتمام یکم سے ۱۶ ررمضان المبارک تک درس قرآن پاک کا سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ ۶، ۷ ررمضان المبارک راقم الحروف کے ''ومبشراً برسول یاتی من بعد اسمہ احمد'' اور ''قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً'' پر درس ہوئے۔

افطاری: شیخ محمد شاہد دینی درد رکھنے والے مسلمان ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماؤں میں سے کوئی صاحب بہاولپور تشریف لائیں اور شام کا کھانا عام طور پر ان کے ہاں ہی ہوتا ہے۔ مولانا ساقی کو کہہ کر افطاری کا انتظام ۶ ررمضان المبارک کا انہوں نے کیا۔ جس میں مولانا محمد اسحاق ساقی، عزیزی قاری ابوبکر صدیق، عبدالرزاق ڈرائیور اور راقم الحروف ان کی فطاری میں شامل ہوئے۔

برادر نظام الدین: نظام الدین، اسلام الدین دو بھائی ہیں، غلہ منڈی میں آڑہت کی دکان تھی، اب فتح خان بازار میں نظام الدین ہارڈویئر کی دکان چلاتے ہیں۔ اکثر دکان پر ان کے بیٹے ہوتے ہیں۔ ۶ ررمضان المبارک صبح کے درس میں جامع مسجد الصادق میں تشریف لائے اور فرمائش کی کہ آج تراویح ''مسجد ابراہیم'' میں پڑھیں، جس کا انتظام دیگر دوستوں کے ساتھ مل کر بھائی نظام الدین چلا رہے ہیں۔ مسجد ابراہیم میں تراویح میں قرآن پاک بندہ کے برادر زادہ حافظ محمد کاشف سنا رہے ہیں جو قائداعظم میڈیکل کالج میں چوتھے سال کے طالب علم ہیں۔ عزیزی حافظ محمد کاشف نے بھی ان کی فرمائش کی بھرپور تائید کی تو عشاء کی نماز مسجد ابراہیم کی چھت پر پڑھی، ماشاء اللہ! حافظ محمد کاشف حجازی لہجہ میں قرآن پاک پڑھتے ہیں اور منزل بھی بہت اچھی ہے۔ تراویح سے فارغ ہوکر رات کو دارالعلوم مدنیہ میں آگئے اور رات کا قیام مدنیہ میں رہا۔

۷ ررمضان المبارک صبح کی نماز کے بعد جامع الصادق میں درس دیا۔ بندہ ۱۹۸۲ء سے ۱۹۹۰ء اکتوبر تک بہاولپور میں مبلغ رہا، میرے زمانے میں

درس کی رونقیں اور ہوتی تھیں، مجلس بہاولپور کے امیر الحاج محمد ذکراللہ ان کے فرزند گرامی مولانا سعید الرحمٰن، سید محمد انور شاہ برادران سمیت بہت سارے حضرات درس کی زینت ہوتے تھے، جو ایک ایک کر کے اللہ کو پیارے ہوگئے۔ سننے والے رہے اور نہ سنانے والے۔ بایں ہمہ مایوسی نہیں ہے نوجوان حضرات اگرچہ کم ہوتے ہیں، تاہم ایک سو کے قریب حاضری ہوتی ہے، آخری درس مفکر ختم نبوت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم کا ہوتا ہے اور اس سے قبل مولانا مفتی عطاء الرحمٰن، مولانا محمد قاسم رحمانی مبلغ بہاولنگر، مولانا عبدالحکیم مبلغ چیچہ وطنی، مولانا مفتی محمد راشد مدنی رحیم یارخان، خود مولانا محمد اسحاق ساقی اور راقم الحروف کے دروس ہوتے ہیں۔ اللہ پاک یہ سلسلہ رہتی دنیا تک جاری رکھنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

حضرت الامیر دامت برکاتہم کی خدمت میں: درس سے فارغ ہوکر عازم کہروڑ پکا ہوئے، جہاں ۹ سے ۱۰ بجے تک حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ حضرت الامیر مدظلہ کے بھانجے جناب محبوب احمدؒ یکم رمضان المبارک کو کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ۷۳ سال کی عمر میں انتقال فرماگئے۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ پانچ بچیاں اور ایک بچہ سوگوار چھوڑے۔ حضرت الامیر دامت برکاتہم سے جماعت کی طرف سے تعزیت کی اور تقریباً ایک گھنٹہ تک حضرت کی محفل میں رہنے کا شرف نصیب ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اب ایجنسیوں کا عمل دخل ہماری جماعتوں اور اداروں میں بہت بڑھ گیا ہے، بعض جماعتوں کے قائدین ایجنسیوں کی آشیرباد پر اپنے کارکنوں کو اذیتوں سے دوچار کراتے ہیں۔

حضرت مولانا منیر احمد منور سے ملاقات: اتحاد اہلسنت پاکستان کے مرکزی نائب صدر اور جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے سینئر استاذ مولانا منیر احمد منور مدظلہ سے کافی دیر گفتگو رہی۔ حضرت نے مجلس کے تبلیغی اور مالیاتی نظم کو بہت سراہا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ کاش اتحاد اہلسنت اس طرح کا نظام اپنالے تو بہت سے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔

دنیا پور مجلس کے رہنماؤں سے ملاقات:

۷ رمضان المبارک کو کہروڑ پکا سے شجاع آباد جاتے ہوئے کچھ دیر دنیا پور ٹھہرنا ہوا، جہاں دنیا پور مجلس کے زعما قاری محمد اکرم، حاجی محمد طیب عثمان سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے فرمائش کی کہ دنیا پور میں کورس کے لئے وقت دیا جائے، تو بندہ نے عیدالفطر کے بعد کا وعدہ کیا۔

۸،۹ رمضان المبارک کو دو یوم کے لئے شجاع آباد رخصت پر چلا گیا، کیونکہ والد صاحب کافی عرصہ سے صاحب فراش ہیں، ان کی عیادت و خدمت میں دو روز گزارے اللہ پاک صحت و عافیت کے ساتھ ان کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت با کرامت رکھیں۔

خطبہ جمعہ: ۱۲ رمضان المبارک کا خطبہ مرکزی مسجد چیچہ وطنی میں دیا۔ خطیب مسجد یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد ارشاد مدظلہ، مولانا عبدالحکیم نعمانی، حاجی عبداللطیف چیمہ، قاری محمد قاسم، ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ مختلف جماعتی اور مسلکی مسائل پر ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنے اور سننے کا موقع ملا۔

حافظ محبوب احمدؒ کی تعزیت: گزشتہ سطور میں مذکور ہوا کہ حضرت الامیر دامت برکاتہم کے بھانجے حافظ محبوب احمدؒ یکم، رمضان المبارک کو انتقال فرماگئے تو فیصل آباد جاتے ہوئے مولانا محمد آصف مدرس، قاری عمر فاروق مہتمم جامعہ نعمانیہ کمالیہ کی معیت میں حافظ صاحب مرحوم کے فرزند ارجمند زبیر احمد سے ملاقات ہوئی۔ مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔

افطاری: آج افطاری حضرت پیر ناصر فاروق شاہ مدظلہ کے ہاں فیصل آباد میں کی۔ ہر جمعہ شام کو پیر صاحب کے ہاں محفل درود شریف منعقد ہوتی ہے، جس میں ان کے درجنوں مریدین اکٹھے ہو کر اجتماعی مجلس منعقد کرتے ہیں۔ پیر صاحب کے فرزند ارجمند مولانا سید خبیب احمد شاہ نے بتلایا کہ والد صاحب حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی ملتان کے خلیفہ مجاز ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کے اسباق بھی طے کراتے ہیں، لیکن زیادہ تر توجہ درود پاک پر ہوتی ہے۔ حضرت کے مریدین ہزاروں کی تعداد میں ہفتہ میں درود شریف پڑھتے ہیں اور جمعہ کی شام شیخ کو رپورٹ پیش کرتے ہیں اور شیخ اس میں مزید اضافہ فرماتے رہتے ہیں۔ شاہ صاحب مدظلہ مجلس کے کاز اور کارکنوں کے ساتھ بہت شفقت فرماتے ہیں۔ راقم الحروف کی حاضری پر بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا اور ڈھیروں دعائیں کیں۔

قاری محمد حنیف عثمانی: مجذوب صفت جماعتی کارکن ہیں۔ فیصل آباد میں بنات کا مدرسہ چلا رہے ہیں، جب بھی فیصل آباد آنے کا اتفاق ہوا ان کے موکلات نے انہیں اطلاع کردی، کھلائے پلائے بغیر نہیں جانے دیتے، تو آج بھی ایسا ہی ہوا۔ ان کے مدرسہ کے متصل مسجد میں نماز عشاء اور تراویح ادا کیں تو انہوں نے ٹھنڈے مشروبات سے بھرپور تواضع کی۔ ان کا اصرار تھا کہ سحری ان کے ہاں ہو جائے لیکن گرمی اور تنگ جگہ کی وجہ سے رات کا قیام اور سحری اپنے دفتر نواز ٹاؤن میں کی۔ مولانا عبدالرشید غازی، قاضی عمران احمد نے سحری کا انتظام کیا ہوا تھا، بہرحال رات کا قیام اور سحری اپنے دفتر میں کی۔

(جاری ہے)

7/ستمبر 1974ء

یومِ تجدیدِ عہد

نیشنل اسمبلی آف پاکستان کا جرأت مندانہ فیصلہ:

قادیانی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں

قادیانیوں کے بارے میں فیصلہ پوری قوم کا فیصلہ ہے: سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم

7/ستمبر کو امت مسلمہ کی 90 سالہ محنت رنگ لائی، گلشن محمدی میں بہار آئی، قادیانیت کے ظلمت کدہ میں مزید خزاں چھائی،

قادیانی رسوا ہوئے، سرطان کی طرح امت مسلمہ سے کاٹ کر الگ کر دیئے گئے،

ایسے کیوں نہ ہوتا اس لئے کہ ختم نبوت اللہ تعالیٰ کا قانون ہے، ختم نبوت امت مسلمہ کی وحدت کا راز ہے،

ختم نبوت قرآن کریم کی روح ہے، ختم نبوت محمد رسول اللہ a کی آبرو ہے، ختم نبوت اسلام کی اساس ہے،

آیئے! آج ایک مرتبہ پھر عہد کرتے ہیں کہ

ہم اللہ کے قانون، محمد رسول اللہ a کی عزت و آبرو، اسلام کی اساس اور قرآن کریم کی روح عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کرنے میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

اس عقیدے کے تحفظ کے لئے ہم بارگاہ الٰہی میں اپنے الفاظ کا نذرانہ، اپنے لہو کا تحفہ، اپنی زندگی کی بہاریں پیش کر کے سرخ رو ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام عاشقان مصطفیٰ پر رحمت کی بارش نازل فرمائے، جنہوں نے اس میدان میں اپنا کردار ادا کیا۔